مسلسل اشاعت کے پچپن سال

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

654 / جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ فروری ۲۰۲۰

بیاد

شیخ الحدیث

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

بانی: مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

سرپرست اعلیٰ: مولانا انوار الحق

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ﷺ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا

جلد نمبر 55
شمارہ نمبر 5
[illegible] ۱۴۳۱ھ
فروری ۲۰۲۰

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

بانی	باہتمام	نگران	مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	مولانا حامد الحق حقانی	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: امارت اسلامی افغانستان کی عظیم فتح ، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی اس حوالہ سے ایک یادگار تحریر .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- تین پسندیدہ باتیں اور اعمال .... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ ۱۱
- حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری .... مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی ۱۶
- معروف مذہبی سکالر عالمِ دین مولانا قاضی فضل اللہ صاحب کا خطاب ..... مولانا حزب اللہ ۲۱
- اسلامی تحریکات میں جامعہ حقانیہ کا کردار (مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کا خطاب) ..... اسامہ سمیع ۲۳
- ایک عہد ساز شخصیت : حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ .... مولانا محمد حذیفہ وستانویؔ ۲۷
- قومی نصاب تعلیم ..... تاثرات وتجاویز .... ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی ۲۹
- کرونا وائرس ۔عبرت کے چند پہلو .... مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی ۳۲
- سوشل میڈیائی مصلحین ومفکرین: دعوتِ محاسبہ .... مولانا محمد رضی الرحمٰن قاسمی ۳۸
- حضرت مولانا مجاہد الحسینی کی رحلت .... ابو الارحم مولانا عرفان الحق اظہار حقانی ۴۳
- بخارا ، سمرقند اور ترمذ کا علمی ، روحانی اور معلوماتی سفر .... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۵۲
- دار العلوم کے شب وروز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۹
- تعارف وتبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۳

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/40 روپے۔ سالانہ -/400 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مھتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز — مولانا راشد الحق سمیع

امارت اسلامی افغانستان کی عظیم فتح
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی اس حوالہ سے ایک یادگار تحریر

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرۃ:۲۴۹)

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا (الفتح:۱)

الحمدللہ قندہار کے رہگزاروں اور احمد شاہ ابدالیؒ کے دیس سے جو کاروان دعوت وعزیمت وقافلہ سخت جاں ایک طویل اور تھکا دینے والے سفر وانتظار کے بعد بالآخر تمام رکاوٹوں اور گھاٹیوں کو عبور کرتا ہوا نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ میدان جنگ کی فتح کے ساتھ ساتھ دوحہ میں مذاکرات کی بچھی بساط بھی فتح کر گیا اور آخرکار فرح وانبساط کی وہ گھڑی آ پہنچی جس کا امت مسلمہ کو مدتوں سے انتظار تھا اور جس خوشخبری کو سننے کے لئے کان بے تاب اور طالبان کی فتح وامریکی شکست کے مناظر دیکھنے کے لئے آنکھیں ترستی تھیں۔

۲۹ فروری ۲۰۲۰ عالم اسلام کیلئے فتح مبین کے طور پر صدیوں تک یاد رکھا جائے گا کہ عہد حاضر کی تنہاء سپر پاور امریکہ اپنے اس حریف کے سامنے شکست وریخت کے بوجھ کے باعث بیٹھنے اور جھکنے پر مجبور ہوگیا تھا جو اس کی نظر اور بظاہر اسباب کی دنیا میں بے سروسامان اور فوجی وعسکری لحاظ سے نہایت کمزور تھے، اسی لئے تو نائن الیون کے بعد صدر بش (ابراہہ وقت) نے طاقت کے زعم میں نہتے طالبان (لشکر محمدیؐ) کو دھمکی دی تھی کہ تمہیں اپنے پچاس سے زائد اتحادی ممالک اور نیٹو کے ذریعے ہم پتھر کے زمانے میں پہنچادیں گے اور آج الحمدللہ وہ خود پتھر کے بت کی طرح ذلت ورسوائی کے باعث چپ سادھ لئے طالبان کے سامنے جھک گیا، جنگ کے اوائل میں اس نے مغرب کی ہمدردی حاصل کرنے کیلئے صلیبی جنگوں کا متعصبانہ نعرہ بھی لگایا اور پھر عملاً انہوں نے بیس سال تک صلیبی جنگوں والی حکمت عملی، نظریہ اور جدید ٹیکنالوجی بھی مسلمانوں کے خلاف خوب استعمال کی لیکن پہلے بھی انہوں نے مسلمانوں سے صلیبی جنگوں میں شکست کھائی تھی اور اب بھی الحمدللہ تحریک طالبان افغانستان نے انہیں نئی صلیبی جنگ میں عبرتناک شکست سے دوچار کردیا ہے۔

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (ال عمران: ۱۳۹)

پرسوں ۲۹ فروری کو قطر کے ریگستانوں میں ایک نئی تاریخ رقم ہورہی تھی، ایسی روشن تاریخ جس کی روشنائی خون شہداء سے بنائی ہوئی تھی، قندہار وہلمند کے نوجوانوں کے گرم خون سے لے کر اکوڑہ خٹک کے ۸۲ سالہ بوڑھے شیخ ''فادر آف طالبان'' حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خون جگر کے نقش سمیت اس میں ان کی خونِ شہ رگ تک شامل تھی، فتح ونصرت کا یہ معاہدہ نوید گلستاں بن کر ریت کے ریگزاروں کے دلیس سے لیکر کرۂ ارض کے ذرے ذرے تک پھیل گیا اور بیانگ دہل یہ پیغام دے رہا تھا کہ اگر اہل ایماں تھوڑے بھی ہوں، ان کے پاس اسباب وسائل کم بلکہ کالعدم بھی ہوں اور مسلم حکمرانوں کا ساتھ بھی نہ ہوتب بھی جذبہ ایمانی، توکل علی اللہ اور جذبہ جہاد سے فضائے بدر پیدا کی جاسکتی ہے۔ پرسوں کی تمام صورتحال پر تفصیل سے 'الحق' کا اداریہ لکھنے کا ارادہ تھا لیکن جہاں مجاہدین کی تاریخی فتح کی خوشی تھی وہیں اس موقع پر اپنے عظیم شہید اور مظلوم والد صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کی تمام تر جدوجہد اور خصوصاً مجاہدین وتحریک طالبان کی ترجمانی طویل مذاکراتی وسیاسی زندگی کا ایک ایک لمحہ آنکھوں کے سامنے گزر رہا تھا، اسی طرح انکے دیرینہ جگری ساتھی استادالمجاہدین شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ نوراللہ مرقدہ کی پرخلوص کاوشیں اوران سے مشاورت بھی کانوں میں گونج رہی تھی، آج اگرآپ حضرات دنیا میں موجود ہوتے اور اپنے قابل فخر حقانی شاگردوں ومجاہدین کی فتح ونصرت کا یہ عظیم معرکہ و''معجزہ'' دیکھتے تو کتنے فرحاں ومسرور ہوتے، پرسوں رات معاہدے کی شام جب اکوڑہ خٹک میں بارش زوروں پرتھی تو رات کو دیر سے بھیگی آنکھوں کے ساتھ مقبرہ حقانیہ جاکر اپنے عظیم دادا شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ اور اپنے شہید والد رحمہ اللہ کی قبروں پر جاکر انہیں مبارکباد پیش کی کہ آپ کے شاگردوں اور روحانی فرزندوں نے آپ کے دیئے ہوئے حقانی نام کی لاج نہ صرف قائم رکھی بلکہ رہتی دنیا تک اس کو دنیا کے ماتھے پر ثبت کردیا۔ ع ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

پرسوں طالبان وامریکہ معاہدے کی تمام صورتحال پر حضرت والد صاحب شہیدؒ کی تحریر ہی کافی اور موثر ہے جوانہوں نے مکاتیب مشاہیر جلد ہفتم (جہاد افغانستان اور جامعہ حقانیہ) کیلئے مقدمہ کے طور پر لکھی تھی، اس بوڑھے جرنیل اور مردِقلندر نے آٹھ سال قبل افغان طالبان کی فتح کی نوید اور امریکیوں کی شکست کے متعلق کیا زندہ جاوید تحریر لکھی ہے، خصوصاً آخری صفحات کا ہر ہر لفظ موجودہ صورتحال کی کیا زبردست پیشنگوئی کررہا ہے، واقعہ کی مناسبت اور تحریر کی اہمیت کے پیش نظر اسے قارئین الحق کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

تحریر: شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اَبد سے اس کارزارِ ہستی و کائنات میں حق و باطل کے درمیان جہاد اور کشمکش جاری ہے اور تا صبح قیامت یونہی معرکہ خیر و شر کے میدان سجتے رہیں گے اور خون شہیداں کے مقدس چھینٹوں سے اسلام کے عظیم پرچم کی رنگینی بڑھتی چلی جائے گی۔ فرزندان توحید کے خلاف کفر کا اعلان جنگ محسن انسانیت، رحمت اللعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بہت پہلے شروع ہوگیا تھا۔قرآن مجید اور قدیم تاریخ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے خلاف کی گئی جنگوں سے بھری پڑی ہے۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت زکریا، حضرت عیسیٰ علیہم الصلوۃ والسلام اور دیگر درجنوں معزز انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اس میدان کارزار کے اولین سپاہی اور جرنیل تھے اور جن کی پیہم کاوشوں اور قربانیوں کے نتیجے میں اسلام کی روشن مشعل، شمع حق اور چراغ مصطفوی، شرار بولہبی کی زہریلی ہواؤں کے باوجود اور حوادثاتِ زمانہ اور کفر کی بھرپور سازشوں کے بادِ سموم کے باوجود خونِ حق کے تیل سے نہ صرف جلتی رہی بلکہ آج پہلے سے زیادہ پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز و رونق افزا ہے۔ پھر اس کے بعد اسلام کی درخشاں داستاں میں مسلمانوں کے مہا بہادر اور عظیم جہادی کمانڈر، اسلام کی آبرو، انسانیت کی معراج، دانائے راز، امن و آشتی کے پیکر، امین صادق، مولائے کل، ختم الرسل، فقیر منش شہنشاہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس ترین خون سے اس کی بہادری و شجاعت و عظمت کے ایسے عناوین رقم کئے کہ اسلام کی دعوت و جہاد کی برکت سے اب رہتی دنیا تک مسلمان و محکوم قومیں ہدایت و رہنمائی حاصل کرتی رہیں گی۔

اسلام کی ابتدائی جنگوں میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایثار و قربانی کی اکثر روایات سے آج امتِ مسلمہ آگاہ ہے۔ بخاری شریف کی کتاب المغازی اور دیگر صحاح ستہ کے اہم ابواب مثلاً کتاب الجہاد وغیرہ ان غزوات پر شاہد ہیں اور اسی طرح اسلام کے ابتدائی زمانوں کے چھوٹے سے چھوٹے معرکے اور جنگی جھڑپ کی داستان سے بھی آج امت مسلمہ کا ایک ایک فرد کسی نہ کسی طور سے آشنا ہے۔ اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک کے بعد مسلم سلاطین کی قیادتوں میں لڑی گئی اکثر جنگوں اور جہادی کاروائیوں اور روداد سے

اسلامی تاریخ کا ایک ضخیم حصہ مالا مال ہے مثلاً علامہ واقدی کی "فتوح الشام" "فتوح العراق" "فتح العجم" اور "المغازی النبویہ" وغیرہ اسی سلسلۃ الذہب کی اہم کڑیاں ہیں جبکہ ان ادوار میں موجودہ اور قدیم ابلاغی ذرائع ڈاک کا نظام' ٹیلی گرام' ٹیلی فون' ٹی وی' ریڈیو' موبائل' انٹرنیٹ اور اخبارات وغیرہ کا نام و نشان بھی نہیں تھا مگر معجزاتی طور پر صحابہ تابعین کے ہاتھوں یہ ساری جنگی روئیدادیں مرتب و محفوظ ہوئیں۔اسی طرح معرکہ قادسیہ مصروشام،فتوحات اندلس و خراسان' محمد بن قاسم' صلاح الدین ایوبی' فتوحات غزنوی و ابدالی' ٹیپو سلطان کا معرکہ سرنگا پٹم' حضرت شاہ اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید کے کاروانِ دعوت وعزیمت' ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی' معرکہ پانی پت و شاملی' تحریک ریشمی رومال،تحریک پاکستان اور دیگر چھوٹی بڑی تحریکات اور جہادی کاروائیوں سے بھی تاریخ کے اوراق مزین ہیں لیکن افغانستان کا عظیم جہاد جو روس جیسی سپر طاقت سوویت یونین کے خلاف لڑا گیا اور فتح یاب ہوا جو کہ بجا طور پر ام المعارك اور الملحمة الکبریٰ کہلانے کا مستحق ہوا۔جس کے نتیجے میں سوشلزم کی سیاسی' نظریاتی اور اقتصادی تحریک کے پرخچے اڑا دیئے گئے' عیسائی مشرقی یورپ سمیت متعدد وسط ایشیائی مقبوضہ مسلم ممالک بھی غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوگئے اور جرمنی میں نفرت کی علامت دیوار برلن تک کو گرا دیا گیا، یہ معجزے،فتوحات جغرافیائی تبدیلیاں اور سوویت یونین کی شکست اوراب دنیا کے واحد سپر پاور ہونے کے گھمنڈ میں مبتلا امریکی اوراس کے حواری موالی نیٹو افواج کی پسپائی محض ٹیکنالوجی' فوجی برتری وسازوسامان کی زیادتی کی بناپر نہیں ہوئی بلکہ یہ مردانِ خود آگاہ و خدا مست مجاہدین کی قلندرانہ فلک شگاف نعرۂ ہائے تکبیر کی ہیبت سے ہوا جس سے کفار مکہ کے شقی قلوب ہی نہیں بلکہ وہاں کے بلند و بالا پہاڑوں کے سینے تک شق ہوگئے تھے' ان مردانِ حق کی تکبیر مسلسل،سوزوسازِ رومی، پیچ وتاب رازیؒ،ایمانی حرارت،لشکر اسلام کی تیغ جگرداری وخودداری اور بے پروبال پراگندہ حال افغان مجاہدوں کی پیہم اذانِ بلالی سے بالآخر کفر کے شبستان لرز گئے اور آخرکار اس ضربِ مومن کے نتیجہ میں کفر کے ہردوآہنی قلعے (روس اورامریکہ) زمین بوس اور ریزہ ریزہ ہوکرٹوٹ گئے۔ ع کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

یہ بیسویں صدی کا سب سے بڑا کارنامہ اور مسلمانوں کی درخشاں تاریخ کا ایک ایسا نیا باب رقم کیا گیا کہ اس فتح کے موضوع پر لائبریریاں بھر جانی چاہیے تھیں لیکن وہی مسلمانوں کا روایتی تکاسل یا اپنی قربانیوں کو نمود و ریا کے تمام آلائشوں سے بچا کر رکھنے کا جذبہ للّٰہیت و اخلاص ان واقعات کو کما حقہ قلمبند اور مرتب نہ کیا جاسکا کہ اصل توجہ عملی جہاد پر رہی اور قلم و کتاب ثانوی رہے۔چنانچہ اس

عظیم تینتیس (۳۳) سالہ جہاد کی تفصیلی رپورٹس اور منظم و مفصل باقاعدہ تاریخ عالم اسلام کے مورخوں، دانشوروں، اداروں اور صحافیوں نے اس شان سے مرتب نہیں کی جس کی بہت زیادہ ضرورت و اہمیت تھی، چاہیے تو یہ تھا کہ افغانستان کے اس عظیم جہاد پر اب تک ہزاروں ضخیم کتابیں شائع ہوچکی ہوتیں اگر کچھ ہوئیں بھی تو ماسوائے معدودے چند کتابوں کے اور آج ہمارے سامنے کچھ بھی نہیں ہے پھر طرفہ تماشہ یہ کہ عالم اسلام،مشرق سے زیادہ مغرب کے دانشوروں نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے اس پر ہم سے زیادہ کتابیں انگریزی میں شائع کی ہیں اور اس طرح اپنے مخصوص نقطہ نظر کو ترویج دینے کیلئے انہوں نے اس اسلامی جہاد کے متعلق فرضی و افسانوی فلمیں تک بناڈالیں اور مسلمانوں کے اس عظیم محیر العقول کارنامے کو اپنے کھاتے اور جھولی میں ڈالنا چاہا اور اس طرح یہ تاثر دینا چاہا کہ یہ تاریخی فتح دراصل امریکہ کی ٹیکنالوجی کی طفیل ہی مسلمانوں نے حاصل کی۔ اگر اس بے جان مفروضے میں جان ہوتی تو پھر بعد میں طالبان کے خلاف جاری گیارہ سالہ جنگ جس میں امریکہ کے ہمراہ نیٹو کے پچاس کے لگ بھگ ممالک بھی جدیدترین ہتھیاروں اور جنگی ٹیکنالوجی سے مالا مال ہونے کے باوجود آج کیوں شکست وریخت سے دوچار وخوار ہیں؟

برصغیر میں برٹش سامراج کے خلاف دارالعلوم دیوبند کے مرکزی قائدانہ کردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا، الحمدللہ آج دارالعلوم حقانیہ پاکستان وافغانستان میں دیوبند ثانی کا صحیح مصداق ہے، دین کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس میں فرزندانِ حقانیہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیا ہو، جہادِ افغانستان جو دارالعلوم حقانیہ کی دہلیز پر ہی ہورہا تھا' تو دارالعلوم اس شورِ قیامت سے کہاں غافل وا لگ رہ سکتا تھا، اور لالہ ہائے صحرائی وکوہستانی کے قافلوں کے استقبال اور مہمان نوازی سے کیسے رُک سکتا تھا؟ چنانچہ سوویت یونین کی آمد کے ساتھ ہی ''مکتبِ فکر وکرامت'' حقانیہ کے فیض یافتہ' آداب فرزندگی و شاگردی سے آراستہ اور اپنے شیخ کی فیضانِ نظر کے تربیت یافتہ حضرت مولانا جلال الدین حقانی اور حضرت مولانا یونس خالص حقانیؒ وغیرہ بانی دارالعلوم مردقلندر' شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کی تحریک اور دعاؤں سے اس عظیم معرکے میں مصروف عمل ہوگئے اور یہاں دارالعلوم میں جاری تدریسی فرائض اور سلسلہ لوح وقلم ترک کرکے اپنے وطن کی آزادی کی خاطر شمشیر وسنان کے جوہر دکھانے کیلئے دیوانہ وار آتش نمرود میں سنتِ ابراہیمیؑ کی پیروی کرتے ہوئے کود پڑے' پھر اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ جہادافغانستان کی مسلسل اخلاقی وسیاسی حمایت میں مگن ہوگئے۔ اُن کی دعائے نیم شبانہ وتب وتاب جاودانہ اور حمایت بے باکانہ انہی فرزندانِ

اسلام کے لئے مختص ہو گئیں۔

خود راقم نے بھی وقت کے اس اہم ترین چیلنج پر تمام توجہات مرکوز کردیں اور اپنی تمام تر ناقص توانائیوں، پارلیمنٹ کے پلیٹ فارم پر اور سینٹ کے خارجہ کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے عالمی دوروں، وہاں کے اعلیٰ کلیدی اداروں اور شخصیات سے دوٹوک ڈائیلاگ اور بحث ومباحثہ کئے، جس کے کچھ نمونے اس کتاب میں عالمی دہشت گردی کے تعاقب کے عنوان سے شامل ہیں' جس کا سلسلہ عالمی میڈیا سے انٹرویوز اور مکالموں کی شکل میں آج تک جاری ہے اور بلامبالغہ دنیائے صحافت کے سینکڑوں شہرہ آفاق افراد سے یہ دوٹوک دفاعی مکالمے کی جنگ لڑی گئی' جس کا کچھ حصہ ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' نامی کتاب میں آچکا ہے۔ مقدور بھر ان کوششوں کے علاوہ مجلّہ ''الحق'' کے ذریعہ بھی صحافتی میدان میں اس جہاد میں اپنا حصہ ڈالنے میں یکسو رہا' جس کی کچھ تفصیلات اس اکتیس سالہ جہاد کی ''الحق'' کی تمام فائلوں میں بکھری ہوئی ہیں (اور کتاب کے آخر میں دیئے گئے انڈکس میں اس پر روشنی پڑ سکتی ہے) افغانستان کی قانونی طالبان حکومت پر امریکی یلغار کے خلاف پوری قوم کو متحرک اور صف آراء کرانے کیلئے ۱۰ رجنوری ۲۰۰۱ء میں ''دفاع افغانستان کونسل'' کی شکل میں پورے ملک کے دینی اور سیاسی قوتوں کو ایک دفاعی لڑی میں پرو دیا گیا تھا (اور اب جبکہ امریکہ کھل کر پاکستان کے دروازوں کو توڑ کر اندر آنے اور ''حقانی نیٹ ورک'' کے بہانے کے نام پر جارحیت کرنا چاہتا ہے، جس کی شروعات ایبٹ آباد اور مہمند ایجنسی کے واقعات سے ہو چکی ہے لہٰذا ایک بار پھر یہ کونسل ''دفاع پاکستان کونسل'' کی شکل میں منظم ہو کر برسرپیکار ہے اور دن رات اس عظیم جہاد کے ثمرات کو بارآور بنانے کیلئے تگ وتاز کررہی ہے)

احقر کچھ عرصہ جہاد افغانستان کے محاذوں میں مصروف مجاہدین علماء وطلباء اور کمانڈروں سے جنگی رپورٹیں لکھوا کر ارسال کرنے کا اہتمام کراتا رہا اور یہ رپورٹیں مسلسل مجلّہ ''الحق'' میں شائع ہوتی رہیں، چنانچہ شہیدوں کے عجیب وغریب ایمان افروز واقعات' غازیوں کی کامیابیوں کی روداد اور تجزیئے دنیا کے سامنے آتے رہے، لہٰذا زیرنظر جلد میں مجاہدین مشاہیر کے خطوط کے ہمراہ اُس عظیم جہادی دور کا بہت سا بکھرا ہوا مواد، محاذ جنگ کی رپورٹس اور بطور نمونہ کچھ حقانی شہداء کے اسمائے گرامی اور اُن کا مختصر تعارف بھی شامل اشاعت کردیا گیا ہے۔ جبکہ اصل تعداد ہزاروں میں ہے' پھر ۱۹۹۶ء میں تحریک طالبان جو افغان جہاد کے مقاصد سے منحرف ہونے والے لیڈروں کے خلاف ایک اصلاحی پُرامن تحریک کے طور پر ابھری تو ہم سب کو پورے زوروشور سے اس کی پشت پناہی کیلئے کھڑا

ہونا پڑا، دارالعلوم ،اس کا مجلّہ ''الحق'' اور ہمارے سیاسی پلیٹ فارم جمعیۃ علماء اسلام نے ان کی تائید و تشید اور دفاع کو دین وملت اور وقت کا تقاضا سمجھا اور الحمدللہ فرزند عزیز راشد الحق سلمہ نے بھی اپنے قلم وقرطاس اور صحافتی تقاضوں وذمہ داریوں کے ذریعے ان سولہ برسوں میں ''الحق'' واخبارات کے کالمز کے ذریعہ مسلسل صحافتی میدان میں مجاہدین و طالبان کی حمایت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، تحریک طالبان کے عروج و زوال کی داستانِ دلخراش اور پھر بعد میں امریکی استعمار کے خلاف جاری مزاحمت وآزادی کی دستیاب کاروائیوں و حقائق کو بھی یکجا کردیا گیا ہے گویا اس جلد میں تیس سالہ افغان جہاد میں جامعہ حقانیہ اوراس کے عظیم بانی اوراس کے غیور فضلاء علماء اور شاگردوں کا جہاد افغانستان سے تعلق کواجاگر کیا گیا ہے پھر ہمارے سامنے اصحاب صفہ کے صحابہ کرامؓ اور حضرت امام ابن تیمیہؒ ، حضرت مجدد الف ثانیؒ ، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ، حضرت سید احمد شہیدؒ ،حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی ولولہ انگیز شخصیات تھیں جو قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس اورتصنیف وتالیف کے مشغلے اور سیاست کے اتار چڑھاؤ کیساتھ ساتھ جہاد کیلئے بھی اپنے قول وعمل سے خلق خدا میں شعور ووجدان کے جذبے اُبھار رہے تھے، تحدیث نعمت کے طور پر روس کے خلاف بھی جہاد افغانستان میں دارالعلوم حقانیہ نے ایک ایسا مثالی کردار ادا کیا جس کا اعتراف آج کرۂ ارض کا ایک ایک ملک ، ایک ایک ادارہ اور خود امریکہ ومغرب سمیت پورا عالم کفر بھی اچھے یا برے الفاظ اور پروپیگنڈے کی صورت میں کررہا ہے، اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے کی گئی کوششوں اوراپنے کردار پر کفر کی جانب سے لومتہ لائم پر ہمیں کوئی شرمندگی' کوئی خجالت اور کسی بھی نقصان اور خطرے واندیشہ ہائے غرق وحرق کی پروانہیں ۔خود روس نے اُس وقت پاکستان کے نقشے میں دارالعلوم حقانیہ کے محل وقوع پر سرخ نشان کھینچا تھا کہ یہی وہ تعلیمی وروحانی اور سیاسی چھاؤنی اورادارہ ہے جہاں سے مجاہدین کی روحانی وفکری تربیت ہوتی ہے، اسی طرح اُس وقت کے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے بھی قوم سے خطاب کرتے ہوئے ان الفاظ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ اوراس ناکارہ کے کردار پرخراج تحسین اور اعتراف عظمت وکمال ان الفاظ میں کیا: ''افغانستان اور پاکستان کے ممتاز علماء اور رہنماؤں خصوصاً اکوڑہ خٹک کے مولانا عبدالحق مرحوم کے (جہاد افغانستان میں) کردار کوخراج تحسین پیش کرتا ہوں ان کی تقلید میں ان کے صاحبزادے (مولانا سمیع الحق) کی خدمات بھی لائق تحسین ہیں۔''

(ٹی وی اور ریڈیو پرقوم سے خطاب ۵ مئی ۱۹۹۲ء ساڑھے سات بجے شام)

حقانی فرزندوں نے ستائش وتمناء کی صلہ کی پروا کیے بغیر مال غنیمت کے حصول سے مستغنی ہوکر اور کشور کشائی سے کوسوں دور صرف اور صرف جذبہ ءایثار وقربانی اور شوقِ شہادت میں جہادِ افغانستان کے پچھلے اور حالیہ جہاد کیلئے اپنے خونِ جگر سے ایسی ایسی بہادری کی داستانیں رقم کی ہیں کہ جنہیں دیکھ کر خیرالقرون کی یادیں تازہ ہوجاتی ہیں، پیرکلیسا،وقت کا طاغوت،عہد جدید کا فرعون اور نارِ نمرود کا علمبردار امریکہ اور اس دجالی قافلے کے شریکِ جرم اور سپاہ ابلیس نیٹو ممالک اسی لئے اپنی تمام شکست وریخت کا ملبہ حقانیہ کے ایک فرزند رشید مولانا جلال الدین حقانی اور اسکے بہادر خانوادہ کے فرزندوں اور طالبان وافغان مجاہدین پر ڈال رہے ہیں اور قول وعمل سے علامہ اقبال کے اس الہامی شعر

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج   مُلّا کواُن کے کوہ ودمن سے نکال دو

کی تصدیق کررہے ہیں اور آج اسی لئے عہدِ حاضر کے درودیوار اور میڈیا "حقانی نیٹ ورک" کی کامیابیوں کی صداؤں سے گونج رہے ہیں اور راقم جیسے ناتواں سے بھی افغانستان کے حقانیوں سے امن مذاکرات اور صلح کیلئے رابطے کررہے ہیں کہ کسی طرح افغانستان سے نکلنے کا محفوظ راستہ نکالا جائے، ایک حقیقت تو دنیا پر واشگاف ہوگئی ہے کہ حقانی کبھی شکست نہیں کھاسکتے اور نہ کبھی مٹ سکتے ہیں نہ مرسکتے ہیں نہ فناء کے گھاٹ اتر سکتے ہیں کیونکہ حقانی کے معانی حق وصداقت کے ہیں اور اس بحرِ ہستی کی سطح پر حق وصداقت کا سفینہ ہمیشہ رواں دواں رہے گا، نہ اس کیلئے غرقابی ہے نہ اس کیلئے بادِ فنا، نہ اسکے راستے میں طوفاں حائل ہوسکتے ہیں نہ یہ مشکلات کے بھنور میں پھنس سکتا ہے کیونکہ خود خداوند اس کے ناخدا ہیں۔

کاش! میرے لئے ایسا ممکن ہوتا کہ اس افغان جہاد کی تاریخ دعوت وعزیمت کی روح پرور داستانِ صد ہزار رنج وألم اور لاکھوں خونِ شہیداں کے ذکر سے رنگین اس جلد کا مقدمہ اپنے خونِ جگر سے لکھ پاتا اور اُن بے کس، بے گوروکفن مظلوم لاشوں کا نوحہ ومرثیہ میرو انیس ودبیر کی طرح پیش کرسکتا اور اپنے مجروح دل ودماغ اور سوختہ جان وتن کے مقتل میں ان تیس برسوں کے جہاد کے دوران مختلف موقعوں پر صدموں، حادثوں اور عارضی شکستوں نے جو قیامتیں ڈھائی ہیں ان داغوں کی بھی کچھ تصویر کشی یا زخموں کی کچھ نقاب کشائی صفحہ قرطاس کی زینت بناسکتا لیکن مجھ میں ایسا کرنے کی تاب نہیں کہ

مرادردیست اندردل اگرگویم زباں سوزد   وگردم درکشم ترسم کہ مغزاستخوان سوزد

پھر افغانستان و پاکستان کے قبائل کے لق و دق صحرا اور سرسبز کوہ بیاباں میں ان لاکھوں شہیدوں کی قبروں کی تعداد بھی گنوا سکتا جن پر نہ کوئی شمع جلائی گئی، نہ کبھی کوئی سوگوار وغمگسار پہنچا اور

اُن ٹوٹے کتبوں سے بھی کچھ گمنام سپاہیوں کے نام بتلا سکتا اور بوسیدہ قبروں پر پھڑ پھڑاتے خستہ (روایتی رواج کے مطابق) جھنڈوں کی پھڑ پھڑاہٹ میں دُکھ بھری روسی وامریکی مظالم کی داستاں بھی سنا سکتا لیکن صحافت و ادب کے ہنر سے نا آشنا اپنی ناتواں فگار فگار انگلیاں جہاد افغانستان کے شایان شان یہ مقدمہ جو کہ ایک طرح کا کتبہ بھی ہے نہ سلیقے سے لکھ سکا نہ تراش سکا، اس کیلئے تو علامہ واقدی جیسے مورخ، نسیم حجازی جیسا افسانوی قلم اور شاعرِ اسلام اور افغان قوم کی شجاعت و بہادری کے مداح علامہ اقبال اور شاہنامہ اسلام کے حفیظ جالندھریؒ جیسے الہامی شاعر و مورخ کی ضرورت تھی، یہاں یہ چند صفحات جو دراصل قلبِ حزیں کی قاشیں ہیں بطور تبرک اور بطور ایک ''سلطانی گواہ'' کے پیش کی جارہی ہیں کہ شاید یہ مقدور بھر کوششیں ہی میدانِ حشر میں اپنے کچھ کام آسکیں اور اُن لاکھوں خوش نصیب شہیدوں' غازیوں اور اس جہاد کے معاونین اور حامیوں کی صفوں کے کسی کونوں کھدروں میں ہم جیسوں کو بھی کسی شمار و قطار میں جگہ مل سکے۔......

گلگونہ عارض ہے نہ ہے رنگِ حنا تو　　　　اے خوں شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا

محکوم قوموں کو آزادی اوران کی بگڑی تقدیروں کو ایسے ہی مردانِ درویش اور خلعتِ افغانیت سے نوازے گئے شاہیں صفت، گلیم پوش نوجوان ہی سنوارا کرتے ہیں جو سلطاں کی درگاہ کی چوکھٹ اور بادشاہوں کی دہلیز سے کنارہ کش اور باغی رہتے ہیں، فتح و کامیابی کے چاند ستاروں پر کمندیں ہمیشہ فاقہ مست اور ٹوٹی ہوئی جوتیوں والے ہی ڈالا کرتے ہیں، جن کی نگاہ بلند اور عقابی روحیں اسباب وسپاہ کی زیادتی پر نہیں بلکہ وہ اپنی جرات مومنانہ اور خون کے نذرانوں سے فضائے بدر کا سماں پیدا کرتے ہیں۔ بہرحال مردِ میدانی، بندہ دہقانی اور مجاہد کوہستانی افغانیوں نے برطانوی سامراج، روسی طاغوت کے بت لات اور اکیسویں صدی میں عالم کفر کے سب سے بڑے امریکی بت ''منات'' اوراس کے نیوورلڈ آرڈر اور نیٹو کے ''سومنات'' سمیت دنیا بھر کے چھوٹے بڑے بتوں کے نظاموں کو توڑ کر اور نئی صلیبی جنگ میں انہیں شکست و ریخت کے بعد ایک بار پھر ثابت کرادیا ہے کہ وہی عہد جدید کے محمود غزنویؒ، فاتح سکندر و ذوالقرنینؒ، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ، شہاب الدین غوریؒ، سلطان محمد فاتحؒ، احمد شاہ ابدالیؒ، جمال الدین افغانیؒ، علامہ اقبالؒ کے تصوراتی ''محراب گل'' افغان کے حقیقی کردار اور ملا محمد عمر حفظہ اللہ تعالیٰ کے جانشیں اسلام و ہلال کی آبرو اور فاتح زمانہ ثابت ہوئے ہیں۔　　　افغان باقی کوہسار باقی　الحُکم للہ! المُلک للہ!

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

(مولانا) سمیع الحق　　کیم جنوری ۲۰۱۲ء　۶/صفر ۱۴۳۳ھ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

تین پسندیدہ باتیں اور اعمال

اللہ تعالیٰ، جبرائیل امین، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہؓ کی تین تین پسندیدہ باتیں اور اعمال

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد فأعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم بسم اللّٰه الرحمن الرحیم قال الرسول الله صلی الله علیه وسلم حبب الی من دنیاکم ثلاثة، الطیب، والنساء، وجعلت قرة عینی فی الصلوة۔ او کما قال علیه الصلوة والسلام

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری اس دنیا کی تین چیزیں مجھے بہت پسند ہیں، (۱) خوشبو (۲) عورتیں (۳) اور نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے''

محترم سامعین! علامہ ابن حجر عسقلانیؒ ایک بہت بڑے عالم فاضل، نابغہ روزگار شخصیت گزرے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کی جامع کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی بخاری شریف کی ایک مبسوط شرح ''فتح الباری'' کے نام سے لکھی ہے، جو بلاتفریق مذہب و مسلک تمام عالم اسلام کے محدثین کے ہاں نہایت مقبول شرح ہے۔ اس نے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے، جسے المنبهات لابن حجر کا نام دیا گیا، آپ اس کتاب میں پہلے دو دو باتیں لکھتے ہیں مثلاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں کسی روایت میں دو باتوں کا تذکرہ فرمایا ہے اس کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی دو باتیں ذکر فرماتا ہے پھر اس کے بعد ائمہ مجتہدین یا سلف صالحین میں سے بزرگ ترین ہستیوں کے اسی طرح کے دو دو قول ذکر فرماتا ہے۔ پھر اس کے بعد تین تین باتیں اسی طرح پھر چار چار باتیں، پانچ پانچ، چھ چھ، سات سات، آٹھ آٹھ یہاں تک کہ آخر میں باب العشار قائم فرما کر دس دس باتیں ذکر کی ہیں، بہرحال ابن حجرؒ اسی کتاب باب الثلاثی میں ایک طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں دنیا کی پسند فرمائی ہیں، پھر ابوبکرؓ نے اسی طرح حضرت عمرؓ حضرت عثمان حضرت علیؓ، جبرائیل امین اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی پسند کی تین چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضور اقدس کی تین پسندیدہ چیزیں

وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حبب الى من دنيا كم ثلاثه الطيب والنساء وجعلت قرة عينى فى الصلوة ایک روایت ہے کہ نساء کے بجائے المراة الصالحة (یعنی نیک بیوی) کے الفاظ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے ساتھ محبت وشفقت کا معاملہ اس وجہ سے تھا کہ عورتیں نسل آدم کی پروڈکشن اور بڑھوتری کا سبب ہیں اور صنف نازک شمار ہوتی ہیں، حدیث شریف ان کی نزاکت کی مثال شیشوں کے ساتھ دی ہے، عورتیں یقیناً قابل ترس مخلوق ہیں، کئی ہزار سالوں سے عورتوں کے ساتھ مظالم کا سلسلہ جاری تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لاکر عورت کو وہ عزت بخشی جوان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی، وہ حقوق دیئے جس کا ایک عورت تصور تک نہیں کرسکتی تھی، جنت کو عورت یعنی ماں کے قدموں کے نیچے بتایا، عورت یعنی بیٹی کی پیدائش پر نزول رحمت کا مژدہ سنایا، عورت یعنی بیٹیوں کی صحیح اسلامی تربیت پر دخول جنت کی خوشخبری دی،

خوشبو ایک پسندیدہ چیز

میرے محترم سامعین! دوسری چیز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمائی وہ خوشبو ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بھی بہت پسند تھی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے خود بخود خوشبوئیں اٹھ رہی ہوتیں تھیں، صحابہ کرامؓ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ لگاتے تو راستے کی خوشبو سونگھ کر آپ کا پتہ لگا لیتے تھے، ام سلمہؓ آپ کے جسد اطہر کا پسینہ ایک شیشی میں جمع کر کے خوشبوؤں میں ملاتی تھیں، جس سے عطر کی خوشبو میں بے تحاشہ اضافہ ہوا کرتا تھا۔

نماز آنکھوں کی ٹھنڈک

تیسری چیز وجعلت قرة عينى فى الصلاة یعنی نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر میری آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی خوشی رکھ دی گئی ہے، حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر تشریف لائے یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن میرے جسم سے لگا پھر اچانک لحاف اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو اللہ کی عبادت کرنا چاہتا ہوں، اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور پھر نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور ایک طویل رکعت پڑھی، میرا گمان ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی کھڑے کھڑے سلام پھیریں گے پھر آپ اسی طرح رکوع میں چلے گئے، تو بہت طویل رکوع فرمایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

روتے رہے اور دعائیں مانگتے رہے، پھر قیام اتنا طویل فرمایا، پھر سجدے میں چلے گئے، سجدہ اور طویل کیا، نماز ختم کر کے میں نے عرض کی کہ اللہ تعالی آپ کی تمام خطائیں معاف فرمائے، (اگر بالفرض ہوگئی ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اتنی شفقت اٹھاتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،عائشہ افلا اکون عبداً شکورا کیا میں اللہ تعالی کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ جس نے ایک یتیم کو دونوں جہانوں کا سردار بنایا۔ مرض الوفات میں خصوصی طور پر ارشاد فرمایا الصلوة وما ملکت ایمانکم نماز کی پابندی کرو اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرو

ابوبکر صدیق کی تین پسندیدہ چیزیں

وکان معه اصحابه جلوساً فقال ابوبکر الصدیق صدقت یارسول الله! وحبب إليّ من الدنیا ثلاث (۱) النظر الی وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم (۲) وانفاق مالی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم (۳) وان یکون ابنتی تحت رسول الله صلی الله علیه وسلم

محترم حضرات! آپ کی مجلس میں صحابہ کرامؓ بیٹھے تھے، حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے سچ فرمایا مجھے بھی دنیا کی تین چیزیں بہت پسند ہیں، (۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور کی طرف دیکھنا، مجھے بہت پسند ہے، ابوبکرؓ کی اس پسند پر آپ کو داد دینی چاہیے اور اللہ تعالی نے آپ کی اس پسند کا کیسا خیال رکھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے تو راستے میں ایک پہاڑی ہے جسے جبل نور کہا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں سے چھپ کر اسی غار میں تین راتیں گزاریں، آپ کا سر مبارک ابوبکرؓ کی گود میں تھا، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے رحل میں کھلا ہوا قرآن پاک، اللہ نے ابوبکرؓ کی اس پسند کا ایسا خیال رکھا اور ثانی اثنین کا مبارک لقب دے کر خطاب فرمایا، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا، آؤ ابوبکر! میرے ساتھ ایک سودا کریں، میری تمام عمر کے اعمال حسنہ، نماز، جہاد، روزے زکوۃ وغیرہ سب کا ثواب آپ لے لو اور غار ثور کی تین دن اور تین راتوں کا ثواب مجھے بخشو، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سودے کے لئے ابوبکر تیار نہیں۔

دوسری چیز وانفاق مالی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم میری خواہش ہے مجھے پسند ہے وہ یہ کہ میرا مال آپ پر خرچ ہو، ہر موقع پر آپؓ نے دل کھول کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اور آپ کی خواہش پر اللہ کے راستے میں بے دریغ مال خرچ کیا، غزوہ تبوک کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر آپؓ نے ایک سوئی بھی گھر میں نہ چھوڑی، پورے گھر کا سارا

مال آپ کے قدموں میں ڈال دیا، آپ فرمایا کرتے تھے میں نے ہر کسی کو اس کے احسان کا بدلہ دے دیا، لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں جس کے احسانات کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت میں خود دے گا۔

تیسری چیز، وان یکون ابنتی تحت رسول اللّٰہ یعنی مجھے پسند ہے کہ میری بیٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں ہو، روز قیامت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا داماد ہو کر اٹھے اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر ہونے کا اعزاز حاصل ہو، اپنی طیبہ بیٹی اور پاکباز خاتون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، ان تینوں پسندیدہ خواہشات کو عملی طور پر پورا فرمایا۔

حضرت عمر کی تین پسندیدہ اعمال

محترم سامعین! اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی خواہشات کا اظہار فرمایا فقال عمر رضی اللّٰہ عنہ صدقت یاابابکر (رضی اللّٰہ عنہ) وحبب إلیّ من الدنیا ثلاث الامر بالمعروف والنھی عن المنکر والثواب الخلق ابوبکر! آپ نے سچ کہا، تین چیزیں مجھے بھی بہت پسند ہیں، نیکیوں کی طرف بلانا، برائی سے منع کرنا اور پرانا کپڑا۔ آپ کے کپڑوں میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے تھے حالانکہ آپ خلیفۃ المسلمین تھے جب بیت المقدس اور فلسطین آپ کے دور میں ابوعبیدہ ابن الجراحؓ نے فتح کر لیا آپؓ وہاں تشریف لے گئے جب قریب آ گئے تو ابوعبیدہ نے خیال کیا کہ یہاں لوگ عیش پسند زرق و برق لباس کے دلدادہ ہیں، ایسا نہ ہو کہ آپ کو اس پرانے اور پھٹے کپڑوں میں دیکھ کر حقیر جانے لہٰذا ایک نیا جوڑا کپڑے، عمدہ ترین گھوڑا پیش کر کے لے آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو قائل کرنا چاہا لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا ابوعبیدہؓ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی وجہ سے عزت و رفعت بخشی ہے، لباس اور گھوڑوں کی وجہ سے نہیں۔

حضرت عثمان کی تین پسندیدہ کام

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اپنی پسندیدہ اشیاء کا ذکر فرمایا کہ فقال عثمان صدقت یا عمر! و حبب إلیّ من الدنیا ثلاث، عمرؓ آپ نے سچ فرمایا مجھے بھی دنیا کی تین چیزیں بہت پسند ہیں، اشباع الجعیان ، و کسوۃ العریان وتلاوۃ القرآن بھوکوں کو کھانا کھلانا، برہنوں کو جامہ پہنانا، قرآن پاک کی تلاوت کرنا، آپؓ کی سخاوت تو مشہور ہی نہیں بلکہ ضرب المثل ہے، تلاوت قرآن کے ساتھ محبت کا یہ عالم ہے کہ بروز جمعہ بعد از نماز عصر اپنے گھر میں تلاوت کلام پاک کرتے ہوئے جب آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر پہنچے تو پانچ بدبخت درندے اجرتی

قاتل گھر میں داخل ہوکر آپؓ کو چھریاں مار کر شہید کردیا اوراسی آیت پر آپ کا خون آ گرا، وہ قرآن مجید کا نسخہ آج تک مسجد نبوی میں محفوظ پڑا ہے۔

حضرت علیؓ کی تین پسندیدہ چیزیں

میرے محترم دوستو! اس کے بعد حضرت علیؓ نے اپنی پسندیدہ کاموں کی وضاحت فرمائی کہ فقال علیؓ صدقت یا عثمان! وحبب إلیّ من الدنیا ثلاث الخدمة الضیف، والصوم فی الصیف والضرب بالسیف عثمان! آپ نے سچ کہا کہ تین چیزیں مجھے بھی بہت پسند ہیں، مہمان کی خدمت کرنا، یعنی میں خود مہمان کے ہاتھ دھو ڈالوں ،کھانا رکھ دوں، دسترخوان بچھا دوں، تولیہ اٹھا کر لاؤں، عرض مہمان کی تمام تر خدمت میں خود کروں، تاکہ ثواب زیادہ کما سکوں، اور لمبے دنوں میں روزہ رکھنا، تاکہ خوب نفس کشی ہوجائے اور تیسری چیز اللہ کی راہ میں تلوار چلانا، یعنی جہاد کرنا

جبرائیل امین کی تین پسندیدہ چیزیں

یہ باتیں ہورہی تھیں کہ جبرائیل امین تشریف لائے اورعرض کیا فبینما فی ذلك اذجاء جبرائیل وقال ارسلنی الله تبارك وتعالیٰ لما سمع مقالتکم وامرنی ان تسئلنی عما أحب ان کنت من اهل الدنیافقال ما تحب ان کنت من اهل الدنیا فقال ارشاد الضالین وموانسة الغرباء القانتین ومعاونة اهل عیال المغسرین کہ مجھے میرے اللہ نے بھیجا ہے جب اس نے تمہارا یہ مکالمہ سنا اور مجھے حکم وپیغام بھیجا ہے کہ وہ تجھ سے بھی پوچھے کہ تجھے کیا پسند ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ جبرائیل! تجھے کیا پسند ہے؟ جبرائیل نے عرض کی ارشاد الضالین گمراہوں کوراہ راست پر لانا، مجھے بہت پسند ہے، اورغریب وبدحال مساکین جوعبادت گزار ہوں فقیری اور فاقوں کے باوجود اللہ کی عبادت کرنے والے لوگ مجھے بہت پسند ہیں اور تنگدست عیالداروں کے ساتھ تعاون کرنا مجھے بہت پسند ہے

اللہ تعالیٰ کی تین پسندیدہ چیزیں

وقال جبرائیل یحب رب العزت جل جلاله من عباده ثلاث خصال بذل الاستطاعة ،والبکاء عندالندامة والصبر عندالفاقه یعنی اللہ کو اپنے بندوں کی تین خصلتیں بہت پسند ہیں، اللہ کی عبادت میں اپنی مالی، بدنی، لسانی اور جانی طاقت خرچ کرنا اور گناہ کرنے کے بعد نادم ہوکر اللہ کے خوف سے رونا، گڑگڑانا اور فاقوں پر صبر کرنا یہ تین خصلتیں اپنے بندوں کی اللہ تعالی کو پسند ہے۔ اللہ تعالی ہمیں ان تمام خصلتوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے امین۔

(قسط ۷۷) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی

استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۸ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب، اہل محلہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے، آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیران ذوق مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں۔ یاد رہے کہ یہ ڈائریاں ایک طرف حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید کے احوال و سوانح کے لئے بھی ایک بنیادی و اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں تو دوسری طرف دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور شب و روز بھی اس میں کافی حد تک محفوظ ہو چکے ہیں...... (مرتب)

قائدِ شریعت محدثِ کبیر حضرت مولانا عبدالحقؒ کی رحلت

جنازہ، دیدارِ عام، تدفین اور تعزیت کے لحہ بہ لحہ واقعات

کاش! حضرت اقدسؒ پر کچھ کلمات لکھنے کی سکت ہوتی حادثہ وفات "اذا وقعت الواقعة" کا نمونہ تھا مگر قلم اور دل و دماغ نے یاد رسی نہ کی کہ چند سطریں تعزیتی لکھ سکتا، بہر حال مولانا عبدالقیوم حقانی کو سفر آخرت کے متعلق لکھنے کا کہا جنہوں نے مقدور بھر قلمی عکاسی خوب کی وہی تاریخ کا حصہ ہے جو یوں ہے۔

۷؍ستمبر بروز بدھ بیس منٹ کم دو بجے، پوری پون صدی کی تابندگی کے بعد ماہتاب علم و فضیلت اور آفتاب رشدو ہدایت ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ یعنی قائد شریعت استاذ العلماء، محدثِ جلیل شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحق صاحبؒ پورے عالم کو سوگوار چھوڑ کر داغ مفارقت دے گئے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

دارالعلوم حقانیہ میں حادثۂ وفات کی خبرِ وحشت

تقریباً ڈھائی بجے کے قریب دارالعلوم حقانیہ کے دفتر اہتمام میں حضرت قائد شریعت شیخ الحدیثؒ کے انتقال پُرملال اور سانحۂ ارتحال کی یہ اطلاع آپ کے دو چھوٹے پوتوں (عرفان الحق اور سلمان الحق) نے پہنچائی، جنہیں یہ روح فرسا خبر گھر سے فون پر اطلاع دینے کے بعد دی گئی تھی اس خبر وحشت اثر سے سب دم بخود رہ گئے کسی کو بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ واقعتاً بھی حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ اس دار فانی سے رحلت فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راہی دارالبقاء ہوگئے ہیں۔ ادھر ریڈیو پاکستان نے تین بجے کے خبر نامہ میں حضرت کے سانحۂ ارتحال کی خبر نشر کردی تو قرب و جوار، صوبہ سرحد کے مختلف اضلاع، ملک بھر کے دور دراز علاقوں، سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے مختلف مقامات سے بذریعہ ٹیلیفون خبر کی تصدیق اور نماز جنازہ کا وقت معلوم کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا جو رات گئے تک جاری رہا۔ عام لوگ اکوڑہ شہر، نوشہرہ، شیدو، جہانگیرہ، پشاور اور گردونواح کے ملحقات سے تحقیق حال کے لئے وحشت اور سراسیمگی، دیوانہ وار اور بدحواسی کے عالم میں مضطربانہ انداز میں بھاگے بھاگے دارالعلوم پہنچنے لگے۔ جو شخص جس حال میں تھا اٹھ کھڑا ہوا۔ ریڈیو پاکستان کے پانچ بجے کے خبرنامہ سے جب لوگوں کو اس خبر کی مزید تصدیق ہوگئی اور ادھر دفتر اہتمام سے بھی فون پر معلومات کرنے والوں کو صورتِ حال سے آگاہ کیا جاتا رہا تو اس اندوہناک حادثہ کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ علمی و دینی حلقوں، علماء و مشائخ، دارالعلوم کے فضلاء، دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ، محاذ جنگ کے افغان مجاہدین اور پاکستان میں افغان مہاجرین اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے متعلقین، ومخلصین اور عامۃ المسلمین کے مکانات ماتم کدوں میں تبدیل ہوگئے، ہر شخص کے چہرے پر حزن وملال اور رنج وغم کے آثار ہویدا تھے، دارالعلوم میں لوگوں کا انبوہ اور جم غفیر جمع ہوگیا، ہزاروں آنکھوں سے اشکہائے غم ٹپکنے لگے۔

جسد اقدس اکوڑہ خٹک میں آبائی مکان پر

اس سے قبل جب سوا تین بجے حضرت شیخ الحدیثؒ کا جسدِ اقدس خیبر ہسپتال پشاور سے بذریعہ ایمبولینس دارالعلوم لایا گیا، تو طلبہ و اساتذہ اور حاضرین اپنے گریہ و بکا کو ضبط نہ کر سکے، غم و اندوہ کے اظہار اور اپنے آنسوؤں پر کسی کو اختیار نہیں رہا تھا، صبر و ضبط کے بندھن ٹوٹ چکے تھے، بے اختیار رونا، سب کا حال بن چکا تھا، سب ہچکیاں لے لے کر رو رہے تھے، تھوڑی دیر یہاں رکنے کے بعد ایمبولینس حضرت شیخ الحدیثؒ کے اپنے آبائی گھر کی طرف روانہ ہوگئی۔ جہاں مرحوم نے اپنی زندگی کی ۸۷ بہاریں گذاری تھیں، دس پندرہ منٹ تک مرحوم کے جسدِ خاکی کو ان کے آبائی گھر رکھا گیا، اس کے بعد دوبارہ حضرت اقدسؒ کا جسدِ مقدس دارالعلوم لایا گیا حزن و ملال اور حیرت و سکتہ کی وہی کیفیت سب پر طاری تھی، طلبہ اور چھوٹے بچوں کے پھولوں کی طرح شگفتہ چہرے کملا گئے تھے ایسا معلوم ہونے لگا کہ آج مسلمان، مردوں، عورتوں اور بچوں کے شفیق باپ کا انتقال ہوگیا ہے اور وہ سب یتیم رہ گئے ہیں، ان کی تمام مسرتیں چھین لی گئی ہیں۔

فضاء میں ایک عجیب کیفیت اور وحشت ناک حالت طاری ہوگئی تھی، یاس وار مان، رنج و اندوہ اور حسرت و افسوس کا اندھیرا چھا گیا تھا، جس نے دلوں کے جذبات اور باطنی احساسات کو اور زیادہ گہرا کر دیا تھا، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت اقدس کے عزیز و اقارب، نسبی ابناء، دارالعلوم کے طلبہ و اساتذہ، روحانی فضلاء و ابناء افغان مجاہدین و مہاجرین اور صوبہ سرحد کے مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ پورے ملک اور عالمِ انسانی کا سرمایۂ سکون و طمانیت لٹ گیا ہے، حضرتؒ کے جسدِ اقدس کو دارالحدیث میں رکھ دیا گیا اور لوگ ایک نظر دیکھنے کے لئے دیوانہ وار پل پڑے، نظم و ضبط کا قائم رکھنا ناممکن ہوگیا، عصر تک یہی عالم رہا، یوں محسوس ہوتا تھا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ سوگوار ہے۔

جس کو دیکھو ہوش گم، فریاد برلب، اشک ریز
جس کو دیکھو مضطرب، بے چین و مضطر بے قرار
جس کو دیکھو ہے جگر مجروح دل سوز و گداز
جس کو دیکھو کرب و حرماں، یاس و حسرت کا شکار

اساتذہ دارالعلوم کی جنازہ کے متعلق امور پر مشاورت

ادھر دارالعلوم کے مشائخ اور اساتذہ کرام کا اجلاس ہوا سب کے دل غم و اندوہ سے معمور

تھے۔ آنکھیں اشک بار تھیں مگر قدرت کا جو فیصلہ تھا اسے سب کو بہ رضا و رغبت قبول کرنا ہی تھا، بڑے صبر و تحمل، بُردباری، حوصلہ اور عزیمت کے ساتھ اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے اساتذہ کرام نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے یوم الجنازہ کے انتظامات، وقت اور جنازگاہ کا تعین، دور دراز سے آنے والے افراد کی رہنمائی، ضروریات کی فراہمی، پانی اور بجلی کا انتظام حسب ضرورت شامیانوں کا اہتمام، اژدحام میں جنازہ کی حفاظت اور اس سلسلہ کے اہم انتظامی امور کا فیصلہ کیا گیا، دارالعلوم کے اساتذہ کی نگرانی میں متعدد جماعتیں تشکیل دی گئیں اور کام تقسیم کردئے گئے۔

غم سے نڈھال چاروں صاحبزادگان سے تعزیت

حضرتؒ کے چاروں صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ)، حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ، پروفیسر محمود الحق اور جناب مولانا اظہار الحق صاحبان غم سے نڈہال تھے۔ تاہم صبر و عزیمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا، لوگ دارالحدیث میں حضرت اقدسؒ کا دیدار کرتے اور دفتر اہتمام میں حضرت کے صاحبزادوں سے اپنی یتیمی و بے کسی اور ان کے غم میں برابر کی شرکت کا اظہار کرتے، مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) نے اساتذہ کرام کے انتظامی امور کی باہمی مشاورت اور فیصلوں کو بڑی توجہ سے سنا اور اپنے گراں قدر تجاویز اور مشورے بھی دئے، نماز عصر کے قریب تقریباً ساڑھے پانچ بجے حضرتؒ کے جسدِ اطہر کو مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) کے گھر لے جایا گیا، جہاں حضرتؒ کے تمام عزیز و اقارب، خواتین اور خاندان کے افراد جمع تھے اور جو حضرتؒ کی آخری ملاقات کے شدت سے انتظار کر رہے تھے۔

احقر دو روز قبل ۵ دن کے ارادہ سے اپنے آبائی گاؤں (چودھوان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) جا چکا تھا، ابھی دو راتیں گذاری تھیں کہ طبیعت بے قرار ہوگئی، بدھ کی رات کو والدہ سے اجازت لی اور صبح ڈیرہ اسماعیل خان کے راستے کلاچی کے لئے روانہ ہوا۔ خیال تھا کہ ایک رات وہاں گذارلوں گا اپنے اساتذہ کی زیارت و ملاقات بھی ہوجائے گی اور کچھ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ قرابت وصلہ رحمی کا حق ادا ہوجائے گا۔

ڈیرہ پہنچا تو یہ ارادہ بھی بدل گیا، یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی کرامت تھی یا عینِ حیات ان کی توجہ و عنایت کی برکتیں کہ وہاں سے بغیر کسی تاخیر کے سیدھا اکوڑہ خٹک کے لئے روانہ ہوا۔ کوئی سوا تین بجے تھے کہ فلائنگ کوچ نے دارالعلوم کے سامنے اتار دیا۔ ایک طالب علم کی نظر پڑی تو دوڑ کر

بھاگا بھاگا آیا، بیگ ہاتھ سے لے لیا اور بڑی حسرت و افسوس بھرے لہجے اور اشکبار آنکھوں سے حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کے انتقال کی خبر سنادی۔ زمین پاؤں تلے سے نکل گئی، ہوش گم، حواس میں تعطل، مگر خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہا اور جلد دارالعلوم کے اساتذہ اور خدمت پر مقرر طلبہ کارکنوں کی ٹیموں کے ساتھ کام میں شریک ہوگیا۔

بہر حال جب عصر کے وقت حضرت شیخ الحدیثؒ کے جسدِ اقدس کو حضرت مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) کے گھر لے جایا گیا تو وہاں بھی وہی اژدحام اور ہجوم، برقع پوش خواتین اپنے روحانی باپ، اپنے عظیم محسن، پیر و مرشد، قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سے اپنی محبت کا اظہار اور ان کی وفات کو اپنے لئے ایک عظیم حادثۂ غم و اندوہ یقین کرتے ہوئے آجارہی تھیں، کوئی سسکی جارہی تھی تو کوئی ہچکیاں لیتی ہوئی آرہی تھی۔

جسدِ خاکی کو مولانا سمیع الحق (شہیدؒ) کے مکان میں غسل اور تکفین کا عمل

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید (رحمۃ اللہ علیہ)، صاحبزادہ مولانا انوار الحق مدظلہ اور شیخ الحدیث کے فرزند اصغر مولانا اظہار الحق (مرحوم) کی سرپرستی میں دارالعلوم کے مشائخ اور اکابر اساتذہ نے تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک ایک سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھ کر مولانا سمیع الحق کے داماد جناب شفیق الدین فاروقی (مرحوم) کے گھر میں غسل اور تکفین کا اہتمام کیا، میری خوش نصیبی تھی اور تقدیر کی موافقت کہ بغیر کسی پہلے سے پروگرام کے ڈیرہ اسماعیل خان کے دور دراز علاقوں سے اٹھا کر حضرت اقدسؒ کے آخری دیدار، غسل اور تکفین اور نماز جنازہ اور اس سلسلہ میں قدرے خدمت میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کا موقع مرحمت فرمایا گیا۔

غسل کے عمل سعادت میں جناب مولانا عبدالجمیل فاضل دیوبند جن کا حضرتؒ کے ننھیال سے تعلق ہے اور حضرت کے خاص خدام سے ہیں۔ مولانا قاضی انوار الدین صاحب اکوڑوی، دارالعلوم کے اساتذہ سے شیخ التفسیر مولانا عبدالحلیم دیروی، حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب، حضرت مولانا اسید اللہ صاحب، حضرت مولانا سیف اللہ صاحب، مولانا قاری عمر علی صاحب، پروفیسر محمود الحق صاحب، جناب مولانا اظہار الحق صاحب، مولانا ابراہیم فانی اور مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی شریک ہوئے۔

ضبط و ترتیب: مولانا حزب اللہ جان

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو خراج عقیدت

معروف مذہبی سکالر عالمِ دین مولانا قاضی فضل اللہ صاحب کا جامعہ حقانیہ میں خطاب

بتاریخ ۱۲ رفروری جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل، مفسر قرآن، مصنف کتب کثیرہ، فلسفہ شاہ ولی اللہ کے ماہر، مایہ ناز مبلغ وخطیب حضرت مولانا قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ صاحب زیدمجدہم، شہید ناموس رسالت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب شہیدؒ کی تعزیت کے سلسلے میں تشریف لائے، مولانا حامد الحق حقانی، (نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ، امیر جمعیت علماء اسلام(س) پاکستان اور چیئرمین دفاع پاکستان کونسل) نے مولانا قاضی فضل اللہ صاحب کے بیان سے قبل استقبالیہ اورابتدائی کلمات میں فرمایا کہ مولانا قاضی فضل اللہ صاحب دارالعلوم حقانیہ کے ایک مخلص اور قابل فخر فاضل ہیں، والد محترم شہید ناموس رسالت قائد جمعیت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے مایہ ناز تلامذہ میں سے ہیں، ہمیشہ ہمیں محبت دی، آج ہمیں خوشی ہے کہ امریکہ میں قاضی صاحب اسلام اور دارالعلوم حقانیہ کی ترجمانی اوروکالت بہتر انداز میں کررہے ہیں اوروالد محترم شہیدؒ کی تعزیت کیلئے یہاں تشریف لاکر ہمیں حوصلہ دیا۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کی عمر میں برکت عطاء فرمائے، استقبالیہ کلمات کے بعد مولانا قاضی فضل اللہ صاحب نے طلباء سے حضرت مولانا شہیدؒ کی حیات وخدمات پر انہیں بھرپور خراج تحسین پیش کیا اوراس کے علاوہ اپنے خطاب میں انہوں نے کئی پہلوؤں پر پرمغز اور جامع تقریر کی جس میں اسلامی تہذیب وتمدن، ادبی ومنطقی نکات، فضیلتِ علم پر مشتمل گفتگو فرمائی، مسلمان اکابر کی تاریخ، علمائے دیوبند کا مزاج اعتدال، تفسیری نکات اوردیگر موضوعات شامل ہیں، جس میں سے چند اہم اور چیدہ چیدہ اقتباسات نذر قارئین ہیں (ادارہ)

خطبہ وتمہید کے بعد آپ نے فرمایا کہ شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شخصیت سے آپ واقف نہیں وہ بیک وقت عظیم سیاست دان، عظیم محدث، عظیم رہبر اور ایک نڈر مجاہد بلکہ مجاہدین کے سپہ سالار تھے، ایک وقت میں مختلف سیاسی، سماجی، قومی، ملی، اجتماعی اور انفرادی امور بخوبی سرانجام دیتے تھے، میں جب بھی پاکستان آتا تو مجھے ضرور حقانیہ بلاتے، جب ان کی شہادت کی خبر ملی تو کئی دن تک مجھ میں جان ہی نہیں تھی، آج میں ان کے اہل خانہ سے تعزیت کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔

عزیز طلبہ! وہ جب سینیٹر منتخب ہوئے تو سینٹ کے اجلاسوں میں شرکت بھی کرتے اور حدیث کا درس بھی دیتے اور درس بھی ایسا کہ اپنی مثال آپ۔ سیاسی میدان میں آپ نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا اور سیاست (سینیٹ) میں ان کا بڑا کارنامہ ''شریعت بل'' کا پاس کرنا ہے، جس کی مکمل روداد آپ کی

کتاب ''شریعت بل کا معرکہ'' میں موجود ہے، جو کئی سال پہلے منظر عام پر آ چکی ہے، آپ کی کئی کتابیں ہیں مگر آپ اگر اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ تصنیف کے میدان میں آپ کا ثانی نہیں تھا۔ بڑے بڑے قلمکار آپ کی علمی و ادبی عظمت کے سامنے جھکا کرتے تھے اور اس کے علاوہ فتنہ قادیانیت کے خلاف آپ نے بھرپور آواز اٹھائی پھر جب آسیہ ملعونہ کا واقعہ پیش آیا تو بھی آپ نے حق کی صدا بلند کی جس کے نتیجے میں آپ کو شہید کیا گیا۔

طلبہ سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا کہ دعوت الی اللہ بہترین کام اور ایک اہم فریضہ ہے اور دعوت کیلئے جس اسلوب اور انداز کی ضرورت ہوتی ہے اس کو بھی اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ اب حکمت کسے کہتے ہیں؟ عموماً اس کا معنی ہوتا ہے ''دانائی'' کہ علم حمل ہے کلیات فن کا اور حکمت حمل ہے جزئیات فن کا، لہٰذا اللہ تعالی نے قرآن میں حکمت کا ذکر کیا ہے کہ دعوت کی جزئیات کو سمجھو تاکہ تمہاری بات خوبصورت ہو کر مخاطب پر مثبت اثر ڈالے، اگر مخاطب تمہاری بات کو منفی انداز میں سوچ لے اور اس کو برا لگے تو اللہ تعالی فرماتا ہے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اب اگر تم نے بھی ادفع کرنے کی بجائے شر کو پسند کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے اور وہ کامیاب ہو گیا، کیونکہ آپ نے اس کو اپنے میدان میں نہیں لائے اور اس نے تمہیں اپنے میدان میں کھینچ لیا، اللہ تعالی نے انسان کی فطرت میں ایک ناموس رکھا ہے اور ایک جاسوس، جاسوس شر کیلئے اور ناموس خیر کو برانگیختہ کرتا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ ایک نامور اور علمی روحانی شخصیت تھی، آپ لوگ ان کی عالی شخصیت سے پورے واقف نہیں، ہم نے سنا ہے کہ حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ میری کتابیں میری عدم موجودگی میں بخاری و ترمذی حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ پڑھائیں گے، حضرت مدنی صاحبؒ کا حضرت مولانا عبدالحقؒ پر اتنا بڑا اعتماد تھا، جب مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کو یہ خبر پہنچی تو رونے لگے، یہ رونا ان کی تواضع، عاجزی اور انکساری کی وجہ سے تھا، حضرت مدنی صاحبؒ ان کی علمیت اور اعتماد و فضل و کمال کی بنیاد پر انہیں اتنی عظیم الشان کتابوں کی تدریس کی ذمہ داری دینا چاہتے تھے۔

اجتہاد کی قوت

فرشتوں کی علمیت محدود ہے، اس لئے وہ اجتہاد نہیں کر سکتے جبکہ انسان کی علمیت لامحدود

ہے اس لئے وہ اجتہاد کرسکتے ہیں، فرشتوں کو تو یہ معلوم تھا کہ مثلاً یہ ہانڈی ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کا استعمال کیسے کیا جاتا ہے؟ یہ قوت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو عطا کی تھی، لہٰذا آدم علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے کہا کہ یہ ہانڈی ہے، اس میں کھانا پکایا جاتا ہے پھر (چمچ) کے ذریعے اسے پلیٹ میں ڈالا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ (فلسفہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ)

سیدھی اور مناسب بات کہنا

قرآن کریم میں ہے جو آیت ہے وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا اس سے مراد ہے وہ بات جو سیدھی اور مناسب ہو یعنی یہ نہیں فرمایا کہ سچ بات کہو، اس میں ایک حکمت ہے کہ جہاں جو بات مناسب ہو وہی بولا کرو، کبھی کبھی کسی مقام پر سچ بولنا مزید انتشار کا سبب بنتا ہے۔

حکمت کی تعریف

حکمت کی تعریف یہ ہے کہ قول وفعل ینبغی فی مکان ینبغی فی زمان ینبغی اس کا معنی یہ ہے کہ جہاں جو کام اور کلام جس مکان، زمانہ اور وقت کے مناسب ہو ایسا ہی کیا جائے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عوام کے سامنے علمی باتیں نہ کرو اور علماء کے سامنے فلسفیانہ گفتگو نہ کرو، ورنہ فتنے میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

عالم وتہذیب یافتہ کی پہچان

عالم کی پہچان اخلاق سے ہوتی ہے اور تہذیب خوراک کے دوران معلوم ہوتی ہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ مغرب میں سب سے پہلے پسندیدہ شاعر مانے جاتے تھے۔ نفس شے کا علم علم ہے، اور استعمال الشئ حکمت ہے، منطق کی مثال فصل کیلئے یوریا کھاد کی طرح ہے۔ اپنے علم پر اعتماد نہ کرو بلکہ اسلاف کی کتابوں کا مطالعہ کرو، آخر میں حضرت مولانا قاضی فضل اللہ صاحب نے دورہ حدیث کے طلباء کرام کو اجازتِ حدیث سے نوازا۔

سندحدیث قاضی فضل اللہ صاحب

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ ......مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ ......مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ......مولانا شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ ......مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ......مولانا شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ......مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ ......مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ

ضبط وترتیب: اسامہ سمیع

اسلامی تحریکات میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا کردار

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کی دارالعلوم حقانیہ آمد اور خطاب

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب (مہتمم جامعہ الرشید کراچی) بمورخہ ۱۵فروری ۲۰۲۰ کو جامعہ حقانیہ تشریف لائے، جامعہ کے مہتمم مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ اور نائب مہتمم مولانا حامدالحق حقانی مدظلہ سے تفصیلی ملاقات کی اور مختلف امور اور موجودہ حالات، دینی مدارس کو درپیش مسائل پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا تفصیلی دورہ بھی کیا۔ شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق نوراللہ مرقدہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کی قبور پر حاضری دی، نائب مہتمم مولانا حامد الحق کی طرف سے پرتکلف ظہرانہ پیش کیا گیا۔ آپ کے ہمراہ مولانا ملاخیل صاحب بھی تھے، اس موقع پر حضرت نے ایوان شریعت ہال میں طلبائے دورہ حدیث سے پرمغز خطاب فرمایا، ذیل میں حضرت مدظلہ کا خطاب نذر قارئین ہے۔(ادارہ)

خطبہ مسنونہ کے بعد!

میں نہ شیخ القرآن ہوں، نہ شیخ الحدیث ہوں، حضرت نے بہت سی ایسی باتیں کہہ دی ہیں، میں آپ کی طرح ایک طالب علم ہوں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھے طالب علم ہی رکھے، میری لئے بہت خوش قسمتی کی بات ہے کہ میں آپ کی زیارت کررہا ہوں اتنی عظیم درسگاہ میں، جہاں اتنی بڑی تعداد میں حدیث کا درس ہوتا ہے، طلباء حدیث کی علم سے منور ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمادیا کہ آپ کیساتھ چند لمحات نصیب فرمادیئے، میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ یہ لمحات میری مغفرت کا ذریعہ بنیں گے، یہ جو ادارہ ہے جہاں آپ طالب علم ہیں، اس درسگاہ میں اس ادارے کی اور اس ادارے کے اکابرین کی بہت بڑی تاریخ ہے اور اس تاریخ میں چاہے وہ تاریخ پاکستان ہو، چاہے وہ تاریخ ختم نبوت ہو، چاہے وہ آئین پاکستان میں علماء کا کردار ہو، اس آئین سازی میں اس ادارے کا بہت بڑا کردار ہے، پھر ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں، اسلامی جمہوری اتحاد میں اسی طرح سود کے خاتمہ کے حوالے سے، شریعت بل کے حوالے سے مدارس کے تحفظ کے حوالے سے، افغان جہاد کے حوالے سے، امارت اسلامی افغانستان کے قیام کے حوالے سے یا اس کے بعد افغانستان میں

اتنا عظیم جہاد ہوا ہے ہماری چار سو سال کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

اس میں اس ادارے کا جو کردار ہے، وہ آپ کے لئے ایک بہت بڑا سبق ہے کہ آپ اس کے وارث ہیں، ان تحریکوں کے آپ وارث ہیں، آپ کے ذمے ہیں کہ اپنے اکابر اپنے اساتذہ ان کے اس کردار، ان کی اس تاریخ کو اور ان کے ورثے کی حفاظت کرے اور آپ کے کندھوں پر بہت بڑا بوجھ ہے، خصوصاً ایسے وقت میں جو کہ چاروں طرف سے فتنے آرہے ہیں، باہر سے بھی، اندر سے بھی تو ساری نظریں ان علماء کی طرف جاتی ہے، جو اپنی زندگی دین کیلئے وقف کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو توفیق عطا فرمائے، اس ادارے کی قدر ہے، اس ادارے کی جو تحریکی تاریخ ہے، اس کی حفاظت کرے، اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اپنے اکابر اساتذہ کیلئے صدقہ جاریہ بنائے، امین۔

جامعۃ الرشید میں میرے پاس بخاری شریف کا ایک باب "کتاب الجهاد" ہوتا ہے، جب میری طبیعت ٹھیک ہوتی ہے تو تب میں اس کو پڑھاتا ہوں، باقی میرے ساتھ کوئی سبق نہیں ہے، صرف ایک سبق میرے ذمے ہے وہ یہ کہ دورہ حدیث کرنے کے بعد طلباء کو کیا کرنا چاہئے، کیا پڑھنا چاہئے، کیا پڑھانا چاہئے، پڑھنا چاہئے تو کیا پڑھنا چاہئے، پڑھانا چاہئے تو کیا چیز پڑھانی چاہئے اور اپنا مدرسہ اور اپنا ادارہ کیسے بنانا چاہئے، یا کسی ادارے میں ملازمت کیسی کرنی چاہئے تو یہ پورے دو مہینے کا ایک سبق ہے، جو فجر کے بعد دورہ حدیث کے طلباء کو میں پڑھاتا ہوں اس کے بعد میں دورہ حدیث کے طلباء کو تین شرطوں سے اجازت حدیث بھی دیتا ہوں۔

پہلی شرط یہ کہ ہمارے نظریات سلف صالحین اہل سنت والجماعت کے مطابق ہو، اس سے ہٹ کر کسی کا عقیدہ ہو، کسی کا نظریہ ہو، تو اس کو اجازت حدیث نہیں دیتا ہوں۔

دوسری شرط یہ کہ اپنی زندگی دین کیلئے وقف کرے، یہ مجھ سے عہد کرے کہ اپنی پوری زندگی دین کیلئے وقف کریں، اگر مدرسہ میں پڑھائینگے تو دین کیلئے اور اگر آپ کو ادارہ بنانا پڑے، کالج بنانا پڑے، کوئی سکول بنانا پڑے، آپ کو کوئی کاروبار کرنا پڑے، تو وہ بھی دین کیلئے

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (انعام:١٦٢)

تیسرا عہد میں ان سے یہ لیتا ہوں کہ مجھ سے عہد کریں کہ کبھی بھی مسلمانوں میں اختلاف کا ذریعہ نہیں بنیں گے، اجتماعیت، اتفاق اور اتحاد کی تشہیر کریں گے، ہماری تاریخ اس بات سے بھری پڑی ہے کہ جب بھی ہمیں نقصان ہوا چاہے وہ سقوط بغداد ہو، چاہے وہ سقوط اندلس ہو، چاہے وہ سقوط دہلی ہو، چاہے وہ سقوط خلافت عثمانیہ ہو، اور اسکے بعد جتنی بھی ہماری تحریکیں ناکام ہوئی ہے،

آپس کے اختلاف کی وجہ سے ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں وسائل بہت دیئے ہیں، ملک بہت دیئے ہیں، افراد بہت ہیں، مواقع بہت ہیں، نوجوان بہت ہیں، سب کچھ بہت ہے، لیکن آپس کے اختلاف نے بہت نقصان پہنچایا، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی جو آخری نصیحت تھی، وہ یہ تھی کہ قرآن کی تعلیمات کو اختیار کریں اور آپس کے اختلاف کو کسی قیمت پر پروان نہ چڑھائیں، یہ تینوں نصائح میں آپ سے کرتا ہوں، ایک یہ کہ اپنے عقائد ونظریات سلف وصالحین اہل سنت والجماعت کے مطابق رکھیں دوسری یہ کہ اپنی زندگیاں دین کیلئے وقف کریں اور تیسری یہ کہ دنیا میں اجتماعیت کو فروغ دیں اور کسی قیمت پر بھی آپس کے اختلاف کو پروان نہ چڑھائیں، اختلاف اور نفاق کا ذریعہ نہ بنیں۔

میں ان ہی الفاظ پر اکتفاء کرتا ہوں میں نے حدیث پڑھی ہے، حضرت مولانا عبیداللہ اشرفی صاحب سے جو جامعہ اشرفیہ کے مہتمم تھے، انہوں نے مجھے طحاوی شریف سمیت تمام کتب حدیث کی اجازت دی، میں آپ کو ان تین شرائط کے ساتھ اجازت دیتا ہوں، حضرت مولانا عبیداللہ صاحب کی بہت ساری اسناد ہیں جو سب سے بڑی سند ہے وہ شائد اس خطے کی سب سے قریب تر اور اعلیٰ سند ہے، وہ ان کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے اجازت حدیث ہے، اور ان کو شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ سے اجازت حدیث ہے، اور ان کو براہ راست شاہ عبدالعزیز دھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حدیث ہے۔تو اس پورے خطے میں اس سے قریب تر اور اعلیٰ سند نہیں ہوگی، اسی طرح میں نے بخاری شریف پڑھی حضرت مولانا عبدالمالک تھانوی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ہمیں بخاری شریف سمیت تمام کتب حدیث کی اجازت دی، میں آپ کو بھی اجازت حدیث دیتا ہوں، ابوداؤد شریف میں نے صوفی سرور رحمہ اللہ سے پڑھی ہے، صوفی سرور رحمہ اللہ میرے پیر بھی تھے تین سال میں نے ان سے بڑی کتابیں پڑھی ہیں، انہوں نے مجھے تمام کتب حدیث کی اجازت دی، تو میں ان تین شرائط کے ساتھ آپ کو اجازت حدیث دیتا ہوں اسی طرح میرے جو استاد تھے، جامعۃ الرشید کے بانی ومہتمم حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب نوراللہ مرقدہ، انہوں نے بھی مجھے تمام کتب حدیث کی اجازت دی تو آپ حضرات کو میں اجازتِ حدیث اس نیت سے دیتا ہوں کہ آپکی خدمت میں میرا بھی حصہ شامل ہو جائیگا اور آپ کی برکت سے میری بھی مغفرت ہو جائیگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل ہو جائے گی۔ان شاء اللہ تعالیٰ حدیث کی برکت سے اس حقیقت کے اظہار کیساتھ کہ آپ کو جو اجازتِ حدیث دی جاتی ہے، یہ برکت کیلئے ہیں، صحتِ سند یا صحتِ حدیث کیلئے نہیں ہے، وہ بہت پہلے ختم ہوگئی ہے، تو اجازت سے برکت حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ برکت عطاء فرمائے، اللہ آپ کیساتھ گزرے ان لمحات کو قبول فرمائے اور آپکو میرے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

مولانا محمد حذیفہ وستانوی•

ایک عہد ساز شخصیت
حضرت مولانا سمیع الحق شہید نوراللہ مرقدہ

برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد علوم اسلامیہ کے ماہرین؛ یعنی راسخین فی العلم کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے، وہ عالم اسلام کے دیگر خطوں کے مقابلہ میں اپنی مثال آپ ہے۔ ویسے تو ہندستان کا تعلق اسلام سے حضرت آدم علیہ السلام کے دور ہی سے ہے، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مسعود تک یہ تعلق جاری وساری رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی بہت جلد اسلام کا نور اس سرزمین کو منور کر چکا تھا۔ بعض روایات کے مطابق دور نبوی کے مکی دور میں شق القمر کے بعد فوراً ہی چند ہندستانی افراد حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور بعض روایات کے مطابق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں باقاعدہ اسلامی لشکر بحرین کے راستہ سے ہندستان آئے اور اسلام کا جھنڈا اس زمین میں گاڑ دیا اور اس کے بعد یہ نور مسلسل پھیلتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری میں یہاں اسلامی حکومت کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا اور پھر الحمد للہ ۸/صدیوں تک اسلام کا سورج یہاں پر دمکتا اور چمکتا رہا، یہاں تک کہ ۱۸/ویں صدی عیسوی میں انگریز نے عیاری ومکاری سے اپنے پنجے گاڑ دیے، مگر اللہ نے اس سرزمین کے مقدر میں اسلام لکھا ہوا تھا، لہٰذا حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ اور ان کے رفقا نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ڈالی، پس پھر کیا تھا؟ جس اسلام کو نیست ونابود کرنے کے لیے دشمنان اسلام نے پلان بنائے اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کے ذریعے اسے باقی رکھا۔ جہاں دارالعلوم دیوبند نے ہندستان میں اسلام کو سربلند رکھنے میں اہم رول ادا کیا، وہیں پاکستان کے سرحدی علاقہ میں دارالعلوم حقانیہ نے بھی اہم ترین رول ادا کیا، جس کی بنیاد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے والد بزرگوار حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ نے ڈالی تھی اور آپکے بعد آپکے سچے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنے والد کے لگائے ہوئے اس باغ کی جی جان لگا کر اور اپنا خون پسینہ بہا کر اس کی خوب آبیاری کی

• مدیر ماہنامہ ''شاہراہ علم'' جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، ہندوستان

یہاں تک کہ اس کو دارالعلوم دیوبند ثانی کے مقام تک پہنچا دیا۔

بندہ بچپن ہی سے دارالعلوم حقانیہ سے واقف تھا۔ اسی لیے میرے والد بزرگوار مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مدظلہ نے بھی ہندستان میں ایک عظیم ادارہ قائم کیا ہے، جو اس وقت اگر چہ عمر کے اعتبار سے ۴۰؍سال کا ہوا ہے مگر طلبہ کی تعداد کے اعتبار سے ہندستان کا سب سے بڑا جامعہ اسلامیہ ہے، جہاں ۱۵؍ ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں، جس کا نام "جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا" ہے۔ اس ادارے کے نام پر برصغیر اور عالم عرب سے بہت سارے جرائد آتے ہیں، بندے کو بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کا ذوق وشوق ہے، میں ان آنے والے جرائد کو پڑھتا تھا، پھر بندے نے پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنا شروع کیا تو بندہ ماہنامہ "الحق" سے واقف ہوا بلکہ اسے باقاعدہ جاری کروایا اور یوں مولانا سمیع الحق صاحب نور اللہ مرقدہ سے بھی واقفیت حاصل ہوئی۔ مولانا کی طالب علم کے دور کی ڈائری جب ماہنامہ "الحق" میں شائع ہونے لگی، تو پتہ چلا کہ مولانا خالص علمی ذوق کے حامل تھے پھر جب "خطبات مشاہیر" اور "مکتوبات مشاہیر" شائع ہوئی تو معلوم ہوا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہمارے اکابرین کی آنکھوں کے تارے بھی تھے۔ بندہ نے "الغزو الفکری" کے محاضرات جب شروع کیا تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی کتاب "اسلام اور عصر حاضر" سے بھی خوب استفادہ کیا، واقعتاً مولانا سمیع الحق شہیدؒ بیدار مغز اور امت کے احوال سے خوب واقفیت رکھتے تھے، آپ نے ہر میدان میں اپنا لوہا منوایا، تعلیم وتعلم کا میدان ہو یا تصوف وسلوک، جہاد افغانستان کا میدان ہو یا صحافت کا میدان، بلکہ سیاست کے بھی مولانا بڑے شہ سوار تھے۔

آپ نے دشمنان دین حق کی آنکھوں سے آنکھ ملا کر اسلام کی سر بلندی کے لیے بڑے اہم کارنامے انجام دیے۔ دشمن اسلام کی آپ پر کڑی نظر تھی، اس کا نتیجہ ہوا کہ پیرانہ سالی کے باوجود آپ کو شہید کر دیا گیا۔ اس لیے کہ آپ اگر چہ بہ ظاہر بوڑھے ہو چکے تھے، مگر اسلام کے دفاع کے خاطر آپ کسی طاقتور مجاہد اسلام سے کم نہیں تھے، جو آسانی سے بازی ہارنے والا نہیں ہوتا ہے۔ بہر حال آپ کی رحلت عالم اسلام کے لیے عظیم خسارہ ہے۔ ہم آپ کی مغفرت کے لیے دعا گو ہیں۔ آپ تو شہید اور بخشے بخشائے ہیں اور آپ کے اہل خانہ اور جامعہ حقانیہ برادری کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین! مولانا اسامہ صاحب کئی مہینوں سے رابطہ میں تھے، مگر مشغولیت کی وجہ سے لکھنے میں تاخیر ہوئی، جس پر معذرت چاہتا ہوں اور قارئین سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ ابھی ایک ہفتہ قبل میرے برادر کبیر "مولانا سعید صاحب" کا انتقال ہو چکا ہے، قارئین سے ان کے لیے بھی دعا کی درخواست ہے۔

ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی ٭

قومی نصابِ تعلیم......تاثرات وتجاویز

ایک قومی روزنامے کی ۶ر اکتوبر ۲۰۱۹ء کی اشاعت میں وفاق المدارس پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری کا مندرجہ بالا عنوان کے ساتھ مضمون شائع ہوا ہے۔ اس سلسلے میں ان کا پہلا مضمون بھی اخبار میں شائع ہوا تھا جس پر ہم نے اپنے تحفظات رتجاویز کا اظہار کیا تھا اور جو ملک کے موقر اخبارات میں شائع بھی کیا تھا۔ موجودہ مضمون میں ۲۳ ستمبر ۲۰۱۹ء کو وفاقی وزیر تعلیم شفقت محمود صاحب کی صدارت میں قومی نصاب کونسل کے اجلاس کی کاروائی کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔ دیوبندی مسلک سے تعلق رکھنے والے وفاق المدارس العربیہ پاکستان جس کے صاحبِ مضمون ناظمِ اعلیٰ ہیں کا قیام خطیبِ پاکستان مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے رکھا تھا اور ابتدائی صدور اور سرپرستوں میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفۂ اجل مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور مولانا شمس الحق افغانیؒ اس کے ہراول دستے میں شامل تھے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ تنظیماتِ مدارسِ اسلامیہ کے نمائندے عموماً اور مولانا محمد حنیف جالندھری اور مفتی منیب الرحمٰن جیسے لائق اور فائق علماء بھی اس کے ممبر ہیں اس لئے توقع کی جاتی ہے کہ قومی نصابِ تعلیم کی تشکیل کے وقت اسلامیانِ پاکستان کی عمومی ضرورتوں کو پیشِ نظر رکھا جائے گا۔ میری مراد یہ ہے کہ اصولی طور پر جیسا کہ دینی مدارس میں عصری مضامین یعنی میٹرک میں انگلش، ریاضی، اردو اور مطالعہ پاکستان جبکہ انٹرمیڈیٹ میں انگلش، اردو اور مطالعہ پاکستان کے مضامین شامل کئے جائیں گے اور ان کا امتحان فیڈرل بورڈ لے گا اور ان مضامین کے نمبروں کو شامل کر کے نتیجہ اور ڈگری جاری کی جائے گی اس کے ساتھ ہی ساتھ اس بات کا طے کیا جانا ضروری ہے کہ جتنے پیریڈ دینی مدارس میں عصری علوم کی تعلیم کیلئے رکھے جائیں گے ملک کے اسکولوں اور انٹرمیڈیٹ کالج میں اتنے ہی پیریڈ قرآنِ پاک، حدیث نبویؐ، فقہ اسلامی اور اسلامی تاریخ کے لئے بھی رکھے جائیں گے۔

٭ مہتمم وصدر جامعہ اشرفیہ سکھر، سابق ممبر مجلس عاملہ وفاق المدارس پاکستان

دوسری اصولی بات یہ طے کی جانی چاہئے کہ جس طرح ملک کے عمومی نصاب تعلیم میں آرٹس، کامرس، سائنس، بزنس ایڈمنسٹریشن، انجینئرنگ، میڈیسن وغیرہ کے گروپ منظور شدہ ہیں اسی طرح انٹرمیڈیٹ کے بعد درسِ نظامی گروپ کی بھی حکومت منظوری دے تاکہ دینی مدارس کے طلباء یکسوئی کے ساتھ قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کر کے ملک کی دینی ضرورتیں پوری کر سکیں۔ اس وقت دنیا میں عمومی طور پر پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت میں دینی مدارس کا جال بچھا ہوا ہے اور دنیا کے باقی ممالک میں جہاں مسلمان بستے ہیں وہاں عموماً ان ہی ممالک کے حفاظ اور علماء دینی خدمات دیتے نظر آتے ہیں۔ حکومت کے زعماء کو اور تنظیماتِ مدارسِ اسلامیہ کے ذمہ داروں کو اس بات کا بھی خیال رکھنا پڑیگا کہ دینی مدارس کے موجودہ نظام میں تبدیلی لاکر آنے والے وقت میں سندھ کے بڑے شہر کی بڑی جامع مسجد میں امام وخطیب قائم علی شاہ کے دورِ حکومت میں کئی برس تک ۲۵۰۰ روپے تنخواہ لے کر کام کرنے والا کیسے ملے گا؟ اور سندھ کے ایک بڑے شہر میں حدیث کا استاد یعنی صحیح مسلم پڑھانے والا ۷۰۰۰ روپے میں کیسے ملے گا۔ آج بھی دینی مدارس میں تنخواہوں کا جو معیار ہے وہ عام معیار کے مقابلے میں بہت کم ہے لیکن پھر بھی لوگ دینی اور نبویؐ علوم کی ترویج و اشاعت کیلئے کم تنخواہ لے کر بھی ذمہ داریاں انجام دیتے ہیں تاکہ آنے والی نسل تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج کے موقع پر دیئے گئے پیغام کے مطابق پہنچا کر اس پر عمل کریں الا ھل یبلغ الشاھد الغائب (حاضر لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بعد میں آنے والے لوگوں تک میرے پیغام کو پہنچا دیں)۔

بعض مفکرین بالخصوص علامہ اقبالؒ سے منسوب یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اسپین میں مسلمانوں میں ۸۰۰ برس حکومت کی لیکن اب وہاں مسلمانوں کا نام ونشان تک نہیں ہے کیونکہ وہاں دینی مدارس موجود نہیں تھے۔ انگریز نے برصغیر ہندوپاکستان پر قبضہ کرنے کے بعد جہاں ہماری زبان، ہمارا قانون، ہمارا کلچر، رہن سہن وغیرہ سب بدلا وہیں ہمارا دین بدلنے کی بھی کوشش کی لیکن ام المدارس دارالعلوم دیوبند، مرادآباد، دہلی اور ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے دینی مدارس کی وجہ سے وہ اپنی چال میں کامیاب نہ ہوسکا۔ مذکورہ بالا مضمون میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کہ کلاس ون سے انٹرمیڈیٹ تک پورے ملک کیلئے یکساں نصاب تعلیم تیار کیا جائے گا جس کے نتیجے میں انگلش اور اردو میڈیم کی تفریق ختم ہو جائیگی، کیمبرج اور آکسفورڈ کا نصاب باقی نہیں رہے گا، مدارس اور عصری اداروں کی اس نصاب کی حد تک تفریق ختم ہو جائے گی، اس سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے There is many a slip between the cup & the lip. آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ کیا انگریزی اردو

ذریعہ تعلیم کا فرق ختم کیا جا سکے گا اور کیا آکسفورڈ اور کیمبرج کا نصاب ختم ہو سکے گا؟ نصاب کی تیاری کے مراحل میں صاحب مضمون کے مطابق سرکاری ملازمین انگریزی کے دو بڑے اسکولوں اور دیگر اسکولوں کے نمائندے بھی موجود تھے نصاب کی تیاری میں دینی مدارس کے جید علماء کی بھی ایک قابلِ ذکر تعداد موجود ہونی چاہئے تاکہ وہ ملک کے عام نظامِ تعلیم (اسکولوں اور کالجوں) کیلئے ناظرہ و حفظ قرآن پاک، احادیث نبویؐ، فقہ اسلامی اور اسلامی تاریخ کا نصاب بھی مرتب کیا جا سکے اس سلسلے میں قابلِ غور:

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ جس پر صاحب مضمون نے بھی زور دیا ہے کہ ماضی میں مدرسہ ریفارمز کے نام پر عرصے سے مغربی ایجنڈا مسلط کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے جس میں کوئی حکومت کامیاب نہیں ہو سکی کیونکہ دینی مدارس اسلامیانِ پاکستان کے چندے سے چلتے ہیں۔ چندہ دینے والے لوگ اور تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کے والدین، ان کے اہلِ خاندان اور شہر کے متدین لوگ اس کی پشت پناہی کرتے ہیں۔

(۲) اس بات کی صحیح نشاندہی کی گئی ہے کہ اٹھارہویں آئینی ترمیم کے بعد تعلیم اور نصاب کا معاملہ صوبائی معاملہ بن کر رہ گیا ہے میری تجویز ہے کہ یکساں قومی نصابِ تعلیم کی تیاری میں تمام صوبائی حکومتوں کے مجاز نمائندوں رتعلیم کے ذمے داروں کو بھی شامل کیا جائے اور ان کے دستخط اور منظوری کے بعد اس نصاب کو منظور کیا جائے۔

(۳) ہمارے ملک کی ۷۲ سالہ تاریخ ہے کہ قومی پالیسیوں میں تسلسل باقی نہیں رہتا بلکہ ہر آنے والی حکومت پچھلی حکومت کی پالیسیوں کو پسِ پشت ڈال دیتی ہے یا یکسر تبدیل کر دیتی ہے اس بات کا اہتمام یقیناً بہت ضروری ہے کہ حکومتوں اور حالات کے تبدیل ہونے سے اس مجوزہ پالیسی پر کوئی اثر نہ پڑے۔

(۴) نئے نصابِ تعلیم میں پہلی سے بارہویں جماعت تک اردو زبان کو ذریعہ تعلیم رکھا جائے انگریزی کو ایک مضمون کے طور پر صرف پڑھایا جائے اسی طرح جیسے انجینئرنگ اور سائنس کے کالجوں میں انگریزی ذریعہ تعلیم ہے اسی طرح درسِ نظامی گروپ میں عربی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔ (بقیہ ص ۵۲ پر)

مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی*

کرونا وائرس - عبرت کے چند پہلو

اس وقت ساری دنیا میں ایک ہنگامہ مچا ہوا ہے، کرونا وائرس نومبر ۲۰۱۹ سے اب تک دو ہزار سے زائد لوگوں کی موت ہو چکی ہے، ہزاروں افراد اس سے متاثر ہیں، اور لاکھوں لوگ اس وائرس کے دائرہ میں آنے سے مشتبہ ہو چکے ہیں اور بہت سارے لوگوں کی صورتحال بہت تشویشناک اور کرب انگیز ہے، اس وائرس کا منبع اور سرچشمہ چین کا شہر ''ووہان'' ہے، یہ وائرس دنیا کے بہت سارے ممالک میں اس وقت اپنے قدم جما چکا ہے، جن میں جنوبی کوریا، جاپان، تائیوان، ہانگ گانگ، مکاؤ، ملائشیا، نیپال، ویتنام، تھائی لینڈ، سری لنکا، کمبوڈیا، متحدہ عرب امارات، آسٹریلیا، جرمن، فرانس، کینڈا اور امریکہ قابل ذکر ہیں، بڑے تعداد میں دوسرے ممالک کے باشندے جو ''ووہان'' شہر میں بغرض تعلیم گئے ہیں، وہ اپنے اپنے فلیٹس سے لوٹ رہے ہیں، یہ نہایت مہلک وائرس ہے، ویسے اگرچہ حکومتیں اس حوالہ سے احتیاطی تدابیر اختیار کر رہی ہیں۔ اس وائرس کی سب سے پہلے خبرے جنوری ۲۰۲۰ کو چین کی محکمہ صحت نے دیا، عالمی ادارہ صحت نے ۳۱ر دسمبر کو ہی چین کو اس خطرناک وائرس سے آگاہ کر دیا تھا، جس کی کیفیت اور صورتحال یہ ہوتی ہے، ابتداً سردی، زکام، بخار، کھانسی یا سانس لینے میں تکلیف کا احساس ہوتا ہے، مگر جب یہ بیماری مریض کو پورے طریقے سے اپنے گرفت میں لے لیتی ہے تو وہ شخص نمونیا اور سانس لینے کی شدید تکلیف سے دوچار ہو جاتا ہے اور اس کے گردہ فیل ہونے سے اس کی موت واقع ہوتی ہے۔ ایک ایک عجیب وبا اور بیماری ہے جو ماہرین کے مطابق جانوروں سے منتقل ہو کر انسانوں میں آ رہی ہے، اس کی ابتدا ووہان شہر کے گوشت کے بازار سے یہ وائرس انسانوں میں پھیلا ہے، جبکہ بعض ماہرین کہتے ہیں کہ یہ وائرس، سانپ، چوہے، چمگادڑ، لومڑی اور مگرمچھ وغیرہ سے پھیلا ہے، اور یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کا علاج ٹیکہ یا ادویہ ابھی تک

---

* رفیق تصنیف دار الدعوۃ والارشاد، یوسف گوڑہ، حیدرآباد، ہندوستان

دریافت نہیں ہوسکے ہیں، صرف اندازے سے کچھ ایچ آئی وی کی ادویہ اس کے لئے تجویز کی جارہی ہیں، اس سے شفایابی کی مدت بھی صحیح طریقے سے معلوم نہیں ہو پارہی ہے، ابتدائی علامات کے ظاہر ہوئے بغیر ہی آدمی اس بیماری کا اچانک شکار ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے اس بیماری کا ابتدائی مرحلہ میں اندازہ لگا کر اس سے بچنا نہایت مشکل اور دشوار گذار ہو چکا ہے، یہ ایک متعدی بیماری ہے، جو ہاتھ ملانے ایک دوسرے کے استعمال شدہ رومال تولیہ کے استعمال اور چھینکنے سے منتقل ہورہی ہے، ویسے تو اس وقت چین کے ساتھ دیگر عالمی ادارہ صحت وغیرہ الرٹ ہو چکے، اس کے تدارک کی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں، اس حوالے سے ہر طریقے سے تدبیر کی جارہی ہے، ان لوگوں کے لئے جہاں یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے، بغیر ماسک کے نکلنے سے روکا جارہا ہے۔ نئی نئی ہسپتال تیار کئے جارہے ہیں۔

اسلامی تعلیمات انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہیں، یہ انسان کے جسم کی ساخت وبناوٹ کے عین مطابق ہیں، جب تک انسان خواہشات نفس کو چھوڑ کر اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق نہیں چلے گا اس کو زندگی میں ایسے ہی مصائب ومتاعب کا سامنا کرنا پڑے، دنیا میں عمومی طور پر جو ابتلاات اور آزمائشوں سے انسان دوچار ہوتا ہے، وہ اس وقت جب دنیا میں بے حیائی اور بدکاری اور انسانیت سوز، ناانصافی اور ظلم وجور پر مشتمل کام ہونے لگتے ہیں تو اس قسم کی تباہیاں سامنے آنے لگتی ہیں، ابن ماجہ کی حدیث ہے وہ اس طرح کے عذابات اور آزمائشوں سے اسی وقت چھٹکارا پاسکتے ہیں جبکہ کتاب اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل پیرا نہ ہوں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے جماعت مہاجرین! پانچ چیزوں میں جب تم مبتلا ہوجاؤ اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تم ان چیزوں میں مبتلا ہو۔

اول یہ کہ جس قوم میں فاشی اعلانیہ ہونے لگے تو اس میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھیں اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو وہ قحط مصائب اور بادشاہوں (حکمرانوں) کے ظلم وستم میں مبتلا کردی جاتی ہے اور جب کوئی قوم اپنے اموال کی زکوۃ نہیں دیتی تو بارش روک دی جاتی ہے اور اگر چوپائے نہ ہوں تو ان پر کبھی بھی بارش نہ برسے اور جو قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتی ہے تو اللہ تعالی غیروں کو ان پر مسلط فرمادیتا ہے جو اس قوم سے عداوت رکھتے ہیں پھر وہ ان کے اموال چھین لیتے ہیں اور جب مسلمان حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالی کے نازل کردہ نظام میں (مرضی کے کچھ احکام) اختیار کرلیتے

ہیں (اور باقی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالی اس قوم کو خانہ جنگی اور) باہمی اختلافات میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

سب سے پہلے اسلام نے یہ ایقان دلایا ہے کہ یہ جسم اللہ کی نعمت ہے، امانت ہے، اس کے استعمال کے حوالے سے اللہ عزوجل نے جو احکامات دیئے اس طریقے سے استعمال پر ہی یہ جسم صحیح وسالم رہ سکتا ہے، ورنہ پھر تباہی و بربادی اس کے مقدر ہوسکتی ہے، اگر انسان شتر بے مہار کی طرح ہر جگہ چرتا اور چگتا ہے اور بے قابو جانور کی طرح انسانی حدود وقیود سے نکل کر اپنی خواہشات نفس پر چلنا شروع کرتا ہے، پھر اللہ کے عذابات کا اس پر ایسا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے کہ عذاب کی وجوہات اور بیماریوں کی ادویات کا بھی اندازہ لگانا مشکل ہوجاتا ہے، بڑی بڑی معیشتیں، دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اللہ عزوجل کی معمولی طاقت کے سامنے ڈھیر ہوجاتی ہے، اسلئے جسم کے استعمال کے حوالے شرعی احکامات کا لحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے

فَأَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (الزمر: ۲۶-۲۵)

''ان کے پاس غیر شعوری جگہوں سے عذاب، اللہ ان کو دنیا میں ذلت چکھائیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے بڑھ کر ہے اگر انہیں اس سلسلے میں علم ہوجائے۔''

اسلام نے کھانے کے حوالے سے بھی چند جانوروں کو حلال کیا ہے اور باقی دیگر جانوروں کو اللہ عزوجل نے حرام کیا ہے، یہ وائرس جن جانوروں سے پھیلنے کے اندیشہ ظاہر کئے جارہے ہیں، اس میں چمگادڑ، مگرمچھ، لومڑی، بھیڑیا اور چوہا اور اس طرح کے دیگر مہلک وموذی جانور جن کے کھانے کی وجہ سے یہ مرض انسانوں میں منتقل ہورہا ہے، یہ تمام جانور شرعا حرام ہیں، ان کی شریعت نے کھانے کی اجازت نہیں دی ہے، چائنہ قوم ایک ملحد بے مذہب قوم ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر بڑے سے لے چھوٹے چھوٹے سانپ، بچھو، کیڑے، مکوڑے، چھپکلی ور طرح کے جانور کھاجاتی ہے، یہ فطرت انسانی اور انسانی وبناوٹ اور انسان کی طبیعت کے خلاف ہے، خلاف فطرت امور کے انجام دہی کی وجہ سے یہ موذی مرض انسان میں پھیل رہا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف: ۱۵۷) ان کے لئے آپ پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

حلال وحرام کی تعیین کا پیمانہ ہماری ناقص عقل نہیں ہوسکتی، وہی ذات حلال وحرام کا تعیین

کرے گی جس نے ہمیں پیدا کیا، وہی جانتی ہے ہمارے جسم کے مناسب اور لائق حلال کیا اور ہمارے جسم کے لئے نقصان دہ اور ضرر رساں کونسی چیزیں ہیں؟ سورہ مائدہ میں حلال وحرام جانورں کی ساری تفصیلات، کیا کھائیں نہ کھائیں، کھانے نہ کھانے کے ضابطے، مفید وغیر مفید چیزوں کا تذکرہ ہے، بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے بغیر بسم اللہ کے جو جانور ذبح کیا جائے وہ بھی حلال نہیں ہوتا، اللہ عزوجل نے اپنی شریعت میں جن امور کو جاری کیا ہے، ان تمام امور کی تاثیر ہوتی ہے جس سے انسانیت کا نفع ونقصان متعلق ہے۔یہ حلال وحرام کے ضابطے اللہ عزوجل نے ہمارے فائدے کے لئے بنائے ہیں۔اسی لئے درندہ صفت کل ذی ناب من السباع جانوروں کو بھی حرام کیا گیا، کیونکہ ان درندگی اوران کے اوصاف ہمارے اندر آجائیں گے، ان لوگوں نے اللہ کے بیان کردہ حدود اور نفع ونقصان کے ضوابط کو پس پشت ڈال دیا،صفت حیوانیت کو اپنانا چاہا جس کے نتائج وہ آج اتنی بڑی سوپر پاور طاقت ہوکر جھیل رہی ہے،وہ اپنی ساری طاقت وقوت کے سامنے بے بس اور مجبور نظر آرہی ہے، یہی صورتحال اگر زیادہ دنوں تک قائم رہ جاتی ہے چین کی معیشت کی تباہی یقینی ہے۔

اب اس مرض سے بچنے کے لئے ابتدائی طبی تدبیر کے طور پر ماسک کے استعمال کی صلاح دی جارہی ہے، بلکہ اس کے التزام کو چین وبازدہ علاقوں میں ضروری قرار دیا چکا ہے، جو لوگ اب تک عورت کے لئے نقاب اور برقع کو اس کے لئے قید وبند سمجھتے تھے، وہ چاروناچار اب اس وقت ان کی عورتیں نقاب نما ماسک استعمال کرنے پر مجبورر ہیں،فطرت سے بغاوت کا یہ نتیجہ ہے کہ عریانیت اور فحاشیت میں ڈوبی ہوئی قوم جس نے اپنے لباس کو بالکل چست اور مختصر کردیا، بلکہ لباس عریاں میں گھومنے لگے،ان کی صورتحال یہ ہے کہ وہ شہروں میں کور اور پرنیوں سے اپنے جسم کو ڈھکے ہوئے موت سے بھاگتے ہوئے نظر آرہے، ایرپورٹ میں عوام کا ہجوم امڈ گیا ہے،فلیٹس کے انتظار میں عوام کا ایک جم غفیر ایرپورٹ میں موجود ہے، ایسا لگتا ہے کہ یہ موت سے بھاگنے کی تیاری میں ہیں جو ان کا پیچھا کی ہوئی ہے۔

اس کے لئے اس وقت جو طبی احتیاطی تدابیر بتائی جارہی ہیں،اس حوالے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تدابیر اب سے چودہ سو سال بتلائے تھے وہ ہمارے لئے مشعل راہ اور نمونہ ہیں۔اس وقت میں یہ مرض، کھانسے، ہاتھ ملانے اور سانس لینے سے دوسرے انسان میں منتقل ہورہا ہے،اب تک اس مرض کا علاج دریافت نہیں اور صرف احتیاطی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں، اس لئے یہ متعدی مرض ہے جس کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فروا من المجذوم فرارکم من الاسد جذامی شخص

سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے ڈر کر بھاگتے ہو ،اور یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لایورد ممرض علی مصح (جو بیمار جانور ہیں ان کو صحیح جانوروں میں نہ رکھا جائے)اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طاعون جیسے وبا اور متعدی بیماری کے سلسلے میں ایک رہنمایانہ ہدایت دی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

فاذا سمعتم به با رض فلا تقدموا عليه وإذا وقع بارض وا نتم بها فلا تخرجوا فرارا منه "(موطا مالك)

"جہاں تم طاعون کے سلسلے میں سنو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تم طاعون زدہ علاقوں میں ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ آؤ۔"

یعنی جو شخص وبائی علاقے میں ہے وہ وہاں سے نہ آئے کہ ناگاہ وہ وبائی مرض اس کے وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہونے سے دوسروں کو لگ جائے ، یا وہاں جانے سے تم اس وبا میں مبتلا ہو جاؤ، لیکن کسی بھی بیماری میں تعدیہ اور انتقال کی صلاحیت خود بخود نہیں ہوتی ، اللہ جس جگہ چاہے اور جس میں چاہے اسے منتقل کرتے ہیں، جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا عدوی"(بخاری مسلم) ہر بیماری متعدی نہیں ہوتی، ویسے بھی ہر بیماری وبائی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے انسان اس مریض سے اس کی عیادت سے دور ہو جائے ؛ لیکن یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے احتیاطی تدابیر بتلائی گئیں ہیں ۔وہاں کے لوگ وہاں سے دوسرے جگہ منتقل نہ ہوں کہ وہاں کے لوگ بغیر عیادت گذاروں کے رہ جائیں، یہ اگر یہ سمجھ کر کر مجھے کچھ وائرس نہیں دوسری جگہ جائیں گے تو ہوسکتا ہے وہ وائرس اس کے اندر موجود ہو اور وہ دوسروں میں پہنچ جائے اور وہ وہاں کے لوگوں کے لئے بھی وبال جان بن جائے ۔بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے لوگوں کو دوسری جگہ منتقل ہونے سے اور دوسرے لوگوں کو وبازدہ جگہوں پر جانے سے منع کیا ہے۔

خصوصاً اس وقت ماہر مسلم اطباء بتلا رہے ہیں کہ پنج وقتہ نمازوں کے لئے جو وضو کیا جاتا ہے، وہ اس وباء کے ازالہ کے لئے نسخہ کیمیاء ہے، اس لئے جسم کے جو اعضاء ہر دم کھلے رہتے ہیں اور ان کے وائرس زدہ ہونے کا اندیشہ اور خدشہ ہوتا ہے ، وہ پنج وقتہ نمازوں کیلئے سنن و مستحبات کے اہتمام کیساتھ وضو کرنے سے وہ وائرس جڑ پکڑنے سے پہلے ہی ختم ہو جاتے ہیں اور انسان ان وائرس کے اثر انداز ہونے سے بچ جاتا ہے، اس لئے کہ کلی کرنے ، ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ اور ہاتھ ، منہ، پاؤں دھونے اور سر کا مسح کرنے ، کانوں اور گردن کا مسح کرنے سے ان ظاہری اعضاء کو دن میں

پانچ وقت دھولیا جاتا ہے تو ان جراثیم کے جسم کے کھلے ہوئے اعضاء پر جمے رہنے کے اندیشوں میں کمی واقعی ہوتی ہے۔اس لئے وضو کی پراکٹس کو بھی اس وائرس سے بچنے کی بہترین اور فطری تدبیر بتائی جارہی ہے

ماثور ومنقول دعائیں جس میں جسم کی عافیت اور صحت کی دعائیں کی گئی ہیں،اس قسم کے دعاؤں کا اہتمام رکھنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے سے بھی ان وباں سے محفوظ رکھاجاتا ہے، اللہ کی پناہ اور حفاظت اور حصار سے تمام بیماروں اور اذیتوں سے حفاظت کی ضمانت دی جاسکتی ہے،خصوصاً اس طرح کی ماثور دعائیں

اللهم عافنی فی بدنی، اللهم عافنی فی سمعی، اللهم عافنی فی بصری، لا له لا انت

"اے اللہ میرے پورے جسم میں، میرے کان میں، میری آنکھوں میں صحت عطا فرما، تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔"

اللہ کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے،ان لوگوں نے ایغور مسلمانوں پر بے پناہ ظلم وستم کیا،ان کوان کے گھروں اور ڈیٹینشن کیمپس میں محصور کیا اور بعض ذرائع کے مطابق اسلام کو ملیامیٹ کرنے کا تہیہ کیا اور قرآن کریم کو جلایا، آج اللہ عزوجل نے ان کے آرام دہ گھروں کوان کے ڈیٹینشن کیمپ بنایا اور ان کے گھر ہی ان کیلئے قید خانے بن گئے، ان کو اپنے گھروں میں محصور ہونا پڑا، جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو ایسے جگہ سے آتا ہے جہاں سے کہ انہیں احساس اور وہم گمان بھی نہیں ہوتا، ایک چھوٹے سے موذی، مہلک متعدی مرض کے ذریعے اللہ وعزوجل نے ان ظالموں سے انتقام لے رہے ہیں، اللہ عزوجل خود فرماتے ہیں، حدیث قدسی ہے "میں ظلم کو پسند نہیں تم کسی پر ظلم نہ کرنا"؛"مظلوم کی آہیں اللہ کے پاس بادلوں میں اٹھا کر پہنچائی جاتی ہیں اور اللہ عزوجل فرماتے

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (القصص:۷۷)

"زمین میں فساد مت مچا، اللہ عزوجل فساد کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔"

اب چین کے ووہان کے علاوہ آس پاس کے بہت سے شہروں کی صورتحال یہ ہے کہ وہاں کی نقل وحرکت بالکل بند کردی گئی ہے، لوگ نہایت خوف واندیشے میں زندگی بسر کررہے ہیں۔جس میں ۶۵ ملین لوگ محصور اور بند ہیں اور کھانے کی اشیا کی قلت ہوگئی ہے۔

مولانا محمد رضی الرحمٰن قاسمی٭

سوشل میڈیائی مصلحین و مفکرین: دعوتِ محاسبہ

گزشتہ چند دہائیوں میں ذرائع ابلاغ نے غیر معمولی ترقی کی ہے، اخبار و رسائل سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا دور آیا، پھر انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے آنے سے ذرائع ابلاغ اس قدر تیز ہوگیا ہے کہ چند دہائیاں قبل اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، ذرائع ابلاغ کی اس تیز رفتاری سے یقیناً بہت سارے فائدے بھی ہوئے ہیں کہ پہلے جن معلومات کے حصول اور ترسیل میں دنوں، ہفتوں، مہینوں؛ بلکہ سالوں گزر جاتے تھے، ان کا حصول اور ان کی ترسیل چند گھنٹوں، چند منٹوں، بلکہ چند پلوں میں ممکن ہوگئی ہے، یقیناً یہ بڑا انقلاب ہے اور اس کی وجہ سے بہت سارے کاموں میں بہت زیادہ انرجی اور وقت بچ جاتے ہیں۔

دعوتی نقطۂ نظر سے بھی ذرائع ابلاغ کی اس ترقی کی وجہ سے کام بہت آسان ہوگیا ہے کہ اپنی چیزیں اور اسلام کا آفاقی پیغام بہتر سے بہتر اسلوب میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا نہایت ہی آسان ہوگیا ہے، اسی طرح ملحدین، اسلام دشمن عناصر اور مسلمانوں کے بیچ اور دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں شبہات پیدا کرنے والوں کا تحقیقی اور بہ وقت ضرورت مسکت جواب دینا اور اسے بڑے پیمانے پر لوگوں تک پہنچانا بھی بہت ہی سہل ہوگیا ہے۔ علمی و تحقیقی میدان میں کام کرنے والے افراد کے لیے بھی یہ سہولت ہوگئی ہے کہ وہ اپنے مطلوبہ مواد اور معلومات تک بہ آسانی پہنچ سکتے ہیں اور اس حوالے سے دوسرے ایکسپرٹ اور متخصص لوگوں کی آراء، نقطہ ہائے نظر اور تحقیق سے بہ آسانی استفادہ کرکے اپنے کام کو زیادہ باوزن اور مفید بنا سکتے ہیں اور اس کے بعد اپنی کاوشوں کو استفادے کے لیے بڑے پیمانے پر نشر کر سکتے ہیں۔

سوشل میڈیا کے چند نقصانات

چند نقصانات ان جیسے اور دوسرے بہت سارے فائدوں کیساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ کی

٭ ینبع، مدینہ منورہ

تیز رفتاری نے اور خاص کر سوشل میڈیا کے بہت زیادہ رواج پا جانے اور ہر عام وخاص کی اس تک بہ سہولت رسائی نے افراتفری کا ماحول اور انفرادی واجتماعی سطح پر انسانی، مذہبی، سماجی اور اخلاقی ایسے چیلنجز کھڑے کر دیے ہیں، جن کا تصور چند دہائیوں قبل ممکن نہیں تھا اور ذرائع ابلاغ کی اس تیز رفتاری خاص کر سوشل میڈیا کے بہ آسانی ہر عام وخاص تک رسائی نے اکثر لوگوں کے حق میں ایسی صورت حال پیدا کردی ہے، جیسے کہ ناسمجھ بچوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کے لیے چھری اور دوسری مہلک چیزیں دے دی جائیں کہ ان چیزوں کا یقیناً صحیح استعمال بھی ہے اور انسانیت کو اس کی ضرورت بھی ہے اور اس سے بہت سارے فائدے بھی ہیں؛ لیکن ناسمجھ بچوں کے ہاتھ میں ان کا ہونا نقصان، تباہی اور ہلاکت وبربادی ہی کا سبب بن سکتا ہے۔مختلف سروے کے ذریعے یہ بات معلوم ہوئی ہے، بلکہ ہر معمولی سمجھ بوجھ والا انسان اپنے اردگرد کے مشاہدے کے ذریعے بھی یہ جان سکتا ہے کہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے صارفین میں زیادہ تر لوگ اِن کا اوسطاً 90% کے آس پاس بے مقصد اور بسا اوقات تباہ کن استعمال کرتے ہیں اور روزانہ کئی کئی گھنٹے عمر عزیز کے قیمتی اوقات کو ضائع کرتے ہیں، حالانکہ اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو یہ بات بالکل سامنے کی ہے کہ زندگی درحقیقت وقت ہی کا نام ہے جو کہ ہمیں پیدائش سے لے کر موت کے بیچ تک ملتا ہے گویا کہ وقت کو ضائع کرنا زندگی کو ضائع کرنا ہے۔

سوشل میڈیائی مصلحین ومفکرین

سوشل میڈیا کے اس پھیلاؤ نے ایک اور بڑا مسئلہ یہ پیدا کیا ہے کہ دینی، سماجی، معاشرتی، اخلاقی، سائنسی، تاریخی اور مختلف میدان میں بزعم خود مصلحین اور مفکرین کا ایک بڑا جتھا اپنے خیال کے مطابق انسانیت کی اصلاح اور اس کو نفع پہنچانے کے لیے سوشل میڈیا پر کمربستہ ہوگیا ہے،

سوشل میڈیائی مصلحین ومفکرین کے نمایاں اوصاف

ان مصلحین اور مفکرین کی کارکردگی اور چند نمایاں اوصاف یہ ہیں :یہ اپنے موضوع سے متعلق بلکہ غیر متعلق ہر اہم اور غیر اہم؛ بلکہ لغو قسم کی باتوں کو نقل کرنا اور دوسروں تک پہنچانا اپنی نہایت ہی اہم ذمہ داری سمجھتے ہیں ،اپنے موضوع سے متعلق اور غیر متعلق مراسلوں اور پوسٹ پر تبصرہ کرنا اور ان کے بارے میں اپنی معقول اور نامعقول رائے اور تجزیہ پیش کرنا نہایت ہی اہم فریضہ اور ذمہ داری سمجھتے ہیں ۔بیہودہ باتوں کو اور ایسی باتوں کو جو لوگوں کی کردار کشی پر مشتمل ہو اور جن میں استہزا اور مذاق اڑایا گیا ہو، انہیں بہ زعم خود بغرض اصلاح نہایت ہی مخلصانہ طور پر لوگوں کے درمیان پھیلاتے ہیں۔

بد زبانی اور بیہودہ جملوں کا بے دریغ استعمال نہ صرف روا سمجھتے ہیں ؛ بلکہ انھیں اپنے لیے باعث عزت وفخر گردانتے ہیں، ان کی تحقیقی باتوں میں حقیقتاً تحقیق اور صحیح نتیجے پر پہنچنے کی سچی طلب اور جستجو کے بجائے بدگمانی کا عنصر بڑی وافر مقدار میں ہوتا ہے۔

بغرض اصلاح مختلف موقعوں پر اپنی بات کی تائید وتصویب میں جھوٹ ، دجل وفریب اور حقیقت کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کا بھی کام کرتے ہیں۔

اللہ نے بحیثیت انسان ہر شخص کو عزت وتکریم سے نوازا ہے، یہ اپنے اس طرح کے طرز عمل سے جہاں دوسروں کو بے عزت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ، وہیں اپنی سطحیت اور گری ہوئی سوچ کا اظہار کر کے اپنے آپ کو بڑے پیانے پر بے عزت کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

سوشل میڈیائی مصلحین ومفکرین کا طرز عمل دین اور اخلاق کے میزان میں

جو لوگ ملحد ہوں ، دین اور اخلاق دونوں سے عاری ہوں یا مذہب کے پیروکار ہوں ؛ لیکن اخلاق سے عاری ہوں ، ایسے لوگوں کے حق میں تو صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ عزوجل ان کے اندر دین و اخلاق پیدا کرے یا یہ کہ اخلاقی قدروں سے ان کی زندگی کو آراستہ کرے! درج ذیل معروضات ان سوشل میڈیائی مفکرین ومصلحین کی خدمت میں پیش ہیں ، جو نہ تو دین کے منکر ہیں اور نہ ہی ایسے ہیں کہ اخلاقی قدروں کی ان کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ سماجی اور عقلی طور پر بھی یہ ایک مبینہ حقیقت ہے کہ وہ شخص جو ہر سنی ہوئی اور اس تک پہنچی ہوئی باتوں کو نقل کرتا ہے اور آگے پہنچاتا ہے ، وہ بہت ساری باتوں میں جھوٹا ہوتا ہے یا کسی جھوٹے کا آلہ کار بنتا ہے، اسی حقیقت کو سید الاولین والآخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: كفى بالمرء كذباً أن يحدث بكل ما سمع (المسلم، ۵۰)

"کسی انسان کے جھوٹے ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرے۔"

یہ بات بھی واضح رہے کہ as received لکھ دینے سے انسان جھوٹے ہونے کے دائرہ سے نہیں نکل جاتا ہے؛ کیونکہ یہ نہایت ہی سادہ سا سوال ہے کہ کسی بھی فرد کو اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی یا اس تک پہنچی ہوئی بات کو دوسروں تک ضرور منتقل کرے ہی؟

دوسری بات یہ ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعے یا سوشل میڈیا پر آنے والے ایسے مراسلوں اور پوسٹ پر تبصرہ کرنا یا ان پر کوئی مختصر یا مفصل تجزیاتی تحریر لکھنا جس کا دینی ودنیاوی کوئی فائدہ نہ ہو لغو کام ہے اور

ایک مسلمان کو اور اچھے اخلاق کے حامل فرد کو یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ لغو کاموں میں اپنا وقت اور اپنی طاقت صرف کرے، چنانچہ اللہ عزوجل نے مومنوں کے اوصاف میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ لغو کاموں کے پاس سے اعراض کر کے گزر جاتے ہیں: وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان: ۷۲) اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک اچھے مسلمان کی یہ صفت ہی بتائی ہے کہ وہ لغو اور فضول کاموں سے مکمل طور پر اجتناب و اعراض کرے: من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه (الترمذی: ۲۳۱۷)

تیسری بات یہ ہے کہ بے ہودہ اور فحش باتوں کو پھیلانا نہ تو کسی صاحب ایمان کو زیب دیتا ہے اور نہ ہی اچھے اخلاق کے تقاضوں سے میل کھاتا ہے، قرآن کریم نے فحش اور بیہودہ باتوں اور چیزوں کو پھیلانے والوں کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (النور: ۱۸)

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان بیہودہ گوئی کرنے والا اور فحش باتیں کرنے والا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ (الترمذی، ۱۹۷۷) اور قرآن و سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسی باتیں جو کسی کے استہزاء پر مشتمل ہو، بدترین قسم کا اخلاقی جرم اور صریح ظلم ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ بدگمانی ایک نہایت ہی بدترین قسم کی صفت ہے چنانچہ اسی وجہ سے اللہ عزوجل نے بدگمانی تو کجا بہت زیادہ گمان اور ظن سے بھی کام لینے سے منع فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات: ۱۱)

''اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو، یقیناً بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔''

پانچویں بات یہ ہے کہ جھوٹ بولنا وہ بدترین عمل ہے جو عقل، شریعت اور سماج ہر ایک کی نگاہ میں قابل مذمت ہے قرآن و سنت کے مختلف نصوص میں بھی اس کی قباحت و شناعت کا ذکر موجود ہے۔ (ج:۳ صحیح بخاری، ۳۳)

چھٹی بات یہ ہے کہ بحیثیت انسان اللہ عزوجل نے ہر انسان کو معزز و مکرم بنایا ہے، قرآن کریم میں ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ (بنی اسرائیل: ۶۹) ''اور ہم نے انسان کو باعزت بنایا۔''

اور یہ کہ عزت اور ذلت اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران: ۲۶)

"اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے"

تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے،اپنی باتوں اور کارکردگی کے ذریعے کسی کو بے عزت کرنے کی کوشش کرنا نہایت ہی مکروہ اور گھناؤنا عمل ہے نیز جھوٹ، بدگمانی، دجل وفریب، استہزا، نامعقول رائے اور لغو قسم کی باتوں کے ذریعے دوسروں کو بے عزت کرنے کی کوشش درحقیقت اپنے آپ کو بھی بے عزت کرنے کو مستلزم ہے اور خود کو بے عزت کرنے کی کوشش عقل و شرع دونوں کے میزان میں ایک احمقانہ حرکت ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لیے بھیجا تھا، لیکن قرآن کریم میں متعدد جگہ اس بات کی صراحت بھی فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری بہتر اسلوب میں اللہ کی طرف سے آئے ہوئے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے، زبردستی لوگوں کو دین پر لانا اور ان کو اچھے اخلاق سے متصف کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ کار میں نہیں ہے: لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ (الغاشية: ٢٢)

ہم اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت و اصلاح کے کاموں میں نائب ہیں، لہٰذا ہماری بھی ذمہ داری بس اتنی ہے کہ ہم لوگوں تک صحیح پیغام پہنچانے کی کوشش کریں؛ لیکن اصلاح کی اس کوشش میں یہ ہمارے لیے لازمی اور ضروری ہے کہ صحیح اسلامی اور اخلاقی خطوط پر یہ کام کریں، اصلاح کے نام پر غیر اخلاقی ہتھکنڈوں کو استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے، درحقیقت یہ اصلاح کا طریقہ بھی نہیں ہے؛ بلکہ اپنے نفس اور شیطان کی پیروی ہے اور اپنے اندر پائے جانے والے غیر اخلاقی خواہشات کی تسکین کا ایک ذریعہ ہے۔

سوشل میڈیائی ایسے مصلحین اور مفکرین سے میری یہ درخواست ہے کہ وہ کتاب وسنت، عقل سلیم اور اخلاق کے معیار کو سامنے رکھ کر یہ غور کریں کہ کیا واقعی وہ مصلحین اور مفکرین ہیں یا اپنے غیر اخلاقی جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کرنے کی کوشش میں لگے ہیں اور درحقیقت اصلاح کے پردے میں فساد پھیلانے کا بدترین کام کر رہے ہیں؟ جس پر اللہ عزوجل نے سخت وعید فرمائی ہے۔

ابوالارحم مولانا عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا مجاہد الحسینیؒ کی رحلت

یادیں اور دارالعلوم حقانیہ میں خطاب

تحفظ ختم نبوت کے پاکستان میں بانی رکن و رہنماء، نامور عالم دین، عظیم محقق و مدبر، فقیر منش، صوفی باصفا، بے لوث و نڈر صحافی، معروف کالم نگار، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے فارغ التحصیل، معمر و بزرگ شخصیت حضرت مولانا مجاہد الحسینیؒ چند ہفتوں کی علالت کے بعد فیصل آباد کے سول ہسپتال کے امراض قلب وارڈ میں بروز منگل ۱۷دسمبر ۲۰۱۹ء کوسحری کے وقت ساڑھے چار بجے اس دار فانی سے رحلت کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا نماز جنازہ اسی روز نماز عصر کے بعد ڈی پارک کے سامنے ٹیکنیکل مسجد میں ادا کیا گیا۔ نماز جنازہ میں فیصل آباد بھر کے علماو طلباء اور عوام الناس کی کثیر تعداد کے علاوہ پنجاب اور خیبر پختونخوا کے دور دراز سے سینکڑوں اہل علم و معرفت نے شرکت کیں۔ جنازہ مرحوم کی خواہش کے مطابق خانوادہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے معروف عالم مولانا سید کفیل شاہ بخاری نے پڑھایا، احقر نے بھی اس موقع پر دارالعلوم حقانیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے نماز جنازہ اور لواحقین سے تعزیت کی۔

تدفین فیصل آباد کے قدیم قبرستان میں موصوف کی اہلیہ کے قبر کے ساتھ کیا گیا، اس طرح علم و معرفت کا یہ آفتاب غروب آفتاب کے ساتھ پیوند خاک ہوچلا اللھم اغفر ہ وارحمہ ابھی دو، ڈھائی ماہ قبل باوجود پیرانہ سالی، ضعف و نقاہت کے دارالعلوم حقانیہ تشریف لاکر احقر کی خواہش پر ہزاروں طلباء وعلماء سے علمی اور تاریخی خطاب فرمایا۔

وفات سے ایک روز قبل صوتی پیغام کے ذریعے انہوں نے دارالعلوم کے طلبا سے دعاؤں کی درخواست فرمائی اور ساتھ ہی خواہش ظاہر کی کہ میں چاہتا ہوں کہ دارالعلوم حقانیہ دوبارہ حاضر ہو جاؤں۔ افسوس کہ اب یہ آرزو ہی رہ گئی، جس کی عملی شکل تو ناممکن ہے تاہم ان کی توجہات و تشجیعات

اور نیک دعائیں ہمارے ساتھ رہیں گی ...... ان شاء اللہ۔

آپؒ نے چند ہفتے قبل میری زیرِ تالیف نئی کتاب ''تاریخ جامعہ دارالعلوم حقانیہ'' کے لئے اپنے نوک قلم سے تقریظ لکھ کرارسال فرمائی جو میرے لئے باعث عزت وصد افتخار رہے گا۔

دادا جان مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ اپنے تعلقات کے حوالہ سے انہوں نے دارالعلوم حقانیہ میں آمد کے موقع پر ذیل کی گفتگو فرمائی۔

'' یہ۱۹۵۲ء کی بات ہے میں ان دنوں لاہور کے دہلی دروازہ میں روزنامہ ''آزاد'' کا ایڈیٹر تھا، ایک روز میں دفتر میں بیٹھا تھا کہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور ان کے بیٹے شہید ناموسِ رسالت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ میرے کمرے میں داخل ہوئے، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ''جامعہ دارالعلوم حقانیہ'' اکوڑہ خٹک کے بانی اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خاص شاگرد تھے۔ یہ میری باپ بیٹے دونوں کے ساتھ پہلی ملاقات تھی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کہنے لگے: ''ہم شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خدمت میں حاضری دینے کیلئے آئے تھے پھر سوچا کہ آپ سے بھی ملاقات ہوجائے'' میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس وقت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی عمر۱۴یا۱۵سال کے لگ بھگ تھی۔ اس کے بعد کئی مرتبہ لاہور میں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

۱۹۶۹ء میں بنگلہ دیش کے سفر میں بھی شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور ان کے والد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ہمارے ساتھ شریک تھے، مشرقی پاکستان کے اس دورے کی تابندہ یادوں میں ''سلہٹ کا سفر'' ناقابل فراموش ہے، ''سلہٹ'' مشرقی پاکستان میں چائے کی پیداوار اور ''حضرت شاہ جلال بخاریؒ'' کا روحانی مرکز ہے، قیام پاکستان سے پہلے میرے مرشد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اسی سلہٹ شہر کی ''سڑک والی مسجد'' میں ماہ رمضان المبارک گذارتے اور اعتکاف کیا کرتے تھے، چائے کے باغات کے مالک حاجی محمد سلیمانؒ ہمارے میزبان تھے، ان کی رفاقت میں ''سڑک والی مسجد'' میں حاضری ہوئی اور ہم ان کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوئے تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک والے نے مسجد کے حجرے میں پڑے ''جائے نماز'' پر دو نفل ادا کئے اور پھر جائے نماز کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور چوم کر سر پہ رکھا اور ''گریہ واشک آلودہ'' صورت میں ایسی دعا کی کہ پاس کھڑے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور مجھ (مجاہد الحسینی) پر بھی رقت طاری ہوگئی، تھوڑی دیر کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی دعا کا سلسلہ ختم ہوا تو شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور ''میں''

نے بھی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی طرح باری باری جائے نماز کو سینے سے لگا کر چوما اور اسے سر پر رکھ کر دعا مانگی۔ فراغت کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے کچھ ایمان افروز واقعات سنائے اور کہا کہ "سلہٹ کی اس مسجد کے "جائے نماز" پر حضرت مدنی نے قیام اللیل والنہار کی صورت میں نامعلوم کتنی عبادت کی ہوگی، کاش! ہمیں بھی ان کی ان دنوں کی رفاقت نصیب ہوجاتی تو کس قدر سعادت کا مرحلہ ہوتا۔

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک مرتبہ پیپلز کالونی میں میرے درویش کدہ پر بھی آئے۔ وہ اس روز جناح کالونی میں واقع "بخاری مسجد" کی بنیاد رکھنے کیلئے فیصل آباد آئے تھے، جب مجھے فیصل آباد میں انکی آمد کا پتہ چلا تو میں جناح کالونی چلا گیا، وہاں پر ان سے ملاقات ہوئی، وہ بے حد خوش ہوئے، پھر میں نے ان کو اپنے گھر پر آنے کی دعوت دی تو کہنے لگے: "یہاں سے فارغ ہوکر آپکی طرف آتے ہیں۔" یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ میرے درویش خانہ پر آئے، میرے پاس انہوں نے روزہ افطار کیا، رات کو میرے پاس رکے بغیر چلے گئے"

آپؒ کے مختصر حالات جو انہوں نے مجھے تین سال قبل فیصل آباد میں اپنے مکان واقع پیپلز کالونی میں مختلف سوالات کی جوابات میں بتائے اس کا خلاصہ یوں ہیں۔

آپ ضلع جالندھر سے ملحق ریاست کپورتھلہ کے شہر سلطان پور لودھی میں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم سلطان پور لودھی اور جالندھر شہر کے مدرسہ خیر المدارس میں حاصل کی، آپ کے ہم مکتب ساتھیوں میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بیٹے مولانا عطاء المنعم شاہ بخاریؒ بھی شامل تھے، اسی دوران آپ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت بھی ہوئے۔ دورہ حدیث آپ نے بمبئی شہر کے قریب موضع ڈابھیل کے معروف مدرسہ جامعہ اسلامیہ سے کیا، آپ کے اساتذہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، شیخ التفسیر مولانا شمس الحق افغانیؒ اور مولانا ظفر عثمانیؒ جیسے کبار اساطین کے نام شامل ہیں۔ ۱۹۴۴ء میں فراغت کے بعد حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے حکم پر خیر المدارس جالندھر میں تدریسی خدمات شروع کیے۔

قیام پاکستان کے وقت ان کے شہر سے مسلمانوں کو باہر نکال کر حملے کئے گئے، آپؒ دو مرتبہ سکھوں کے گھیرے میں آکر بچ نکلے اسی بنا پر آپ کے متعلقین نے انہیں مجاہد کہنا شروع کیا، اور یہ لقب اس حد تک مشہور ہوا کہ ان کا اپنا نام "یوسف" آج لوگ بول گئے ہیں۔

ہجرت کے بعد آپ مظفر گڑھ میں آ کر آباد ہو گئے، مولانا اکثر حضرت امیر شریعت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے رہنمائی اور استفادہ کرتے رہے۔ آپ نے صحافتی زندگی کا آغاز ۱۹۴۸ء میں ایک مضمون سے کیا پھر آپ نے ہفت روزہ رسالہ ''غریب'' کی اشاعت شروع کی۔ ان کی صلاحیتوں کو دیکھ کر امیر شریعت نے لاہور بھجوا کر روزنامہ آزاد کے ساتھ منسلک کیا، اس اخبار کی ادارت سنبھالتے ہی آپ نے قادیانیوں کے خلاف اور ختم نبوت کے حق میں لکھنا شروع کیا ان تحریرات نے لوگوں کے اندر بیداری پیدا کی اور رفتہ رفتہ یہ تحریک کی شکل اختیار کر گئی، ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت میں آپ کو دیگر قائدین کیساتھ پابند سلاسل کیا گیا، ایک سال تک سنٹرل جیل میں رہے، رہائی کے بعد ہفت روزہ خدام الدین کی ادارت بھی سنبھالی، ۱۹۶۰ء میں فیصل آباد منتقل ہو گئے

فیصل آباد جو پہلے لائل پور کہلاتا تھا اس کا یہ موجودہ نام بھی انہوں نے رکھا ہے، وہاں سے ''صوت الاسلام'' کے نام سے ایک ماہنامہ تیس برس تک شائع کرتے رہے، آپ نے متعدد تصنیفات سیرت النبی اور دیگر موضوعات پر تحریر فرمائی ہیں، ان میں بعض صدارتی ایوارڈ کے بھی مستحق ٹھہرے، بڑھاپے میں بھی ان کا عزم، ہمت اور جذبہ ہم نے جوانوں سے بڑھ کر پایا۔

آپ کی تالیفات میں درج ذیل کتابیں شامل ہیں: (۱) معاشیات قرآنی (۲) تعلیم القرآن (۳) سیرت و سفارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۴) خطبات امیر شریعت (۵) مشاہیر کی تقریریں (۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام خدمت خلق (۷) شاہ ولی اللہ کے دیس میں (۸) حج و عمرہ (۹) سفرنامہ ارض الاسلام (۱۰) اسلام اور زرعی معاشیات (۱۱) آخری جیل کے آخری قیدی (۱۲) علماء دیوبند عہد ساز شخصیات (۱۳) فضیلت وطریقہ نماز (۱۴) مولانا ابوالکلام آزکی مرزا قادیانی کے جنازے میں شرکت (بہتان کا حقیقت افرز تجزیہ) (۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام امن عالم (۱۶) امیرِ شریعت کی حیات و سوانح (غیر مطبوعہ) (۱۷) اپنی سوانح حیات (تلامذہ اور معتقدین کے حد درجہ اسرار پر حوالہ قلم فرمائی جو زیر طبع ہے)۔

بستر علالت پر آپ نے یہ اشعار لکھے جنہیں حمد کہا جا سکتا ہے:

یااللہ! تو خالق مالک تیری ذات قدیر
میں ہوں تیرا بندہ عاصی سراپا تقصیر
تو ہے عالم ظاہر باطن، تو ہے واحد ستار

ختم الرسلؐ کی امت میں ہی رکھنا میرا شمار
نامۂ عمل نہ دید کے لائق، رہنے دے مستور
میرے نبیؐ کی نظروں سے کر لینا اسے دور

مذکورہ بالا اشعار اللہ تعالیٰ کے حضور عجز وانکساری ،فکرِ آخرت اور اللہ کے آخری پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آپؐ کی بے پناہ محبت اور عشق کے آئینہ دار ہیں اور جب لکھنے کی ہمت نہ رہی تو آپؒ نے اپنی صاحبزادی سے یہ دو شعر لکھوائے:

کیا مفت کا زاہدوں نے الزام لیا
تسبیح کے دانوں سے عبث کام لیا
یہ نام وہ ہے جو بے گنتی لیں
کیا لطف، جو گن گن کے تیرا نام لیا

آپ کے ایک ہی فرزند ابوبکر ہیں جو کہ فیصل آباد ہائی سکول میں بطور پرنسپل فرائض نبھاتے ہیں۔ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کو برزخی زندگی میں مقامات عالیہ نوازے (آمین)۔

مولانا مجاہد الحسینیؒ کا دارالعلوم حقانیہ میں تین ماہ قبل آخری خطاب

۲۹ ستمبر ۲۰۱۹ء کو نماز عشاء کے بعد آپ نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (صوبہ خیبر پختونخواہ) کی جامع مسجد میں ہزاروں علماء وطلباء کرام کو خطاب فرمایا، جس کا خلاصہ ہمارے حقانیہ کے ایک فاضل اور مولانا موصوف کے خادم خاص مولانا دلبر صفوان حقانی نے ترتیب دیا ہے وہ نذر قارئین ہے......

خطبہ مسنونہ کے بعد! ''حضرات محترم! میں پہلے بھی کئی بار ''دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک'' میں حاضری دے چکا ہوں، یہ ۱۹۷۰ء کی بات ہے کہ میں علمائے کرام کے ایک وفد کے ساتھ یہاں آیا تھا، اس وفد میں جمعیۃ علماء ہند کے قائد مولانا سید اسعد مدنیؒ ،مولانا ضیاء القاسمیؒ ،مولانا محمد اجمل قادری ،مولانا عبید اللہ انورؒ اور مولانا سید حامد میاںؒ شامل تھے، اکوڑہ خٹک میں چند لمحات گذارنے کے بعد ہم اسیر مالٹا مولانا عزیر گلؒ سے ملاقات کے لیے ''سخا کوٹ'' گئے تھے، یہاں سے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی اس قافلے میں شامل ہوگئے تھے۔ میں نے ''مولانا سید اسعد مدنیؒ کے چند روز'' کے عنوان سے یہ سفرنامہ ہفت روزہ ''خدام الدین'' میں شائع کیا تھا۔

بہرحال ،آج میں آپ لوگوں سے سننا چاہ رہا تھا، ہمارے کسی بزرگ نے واقعہ بیان کیا ہے

کہ پہلے زمانے میں دو آدمی تھے، دونوں کی آپس میں دوستی تھی، ایک کنگ بجا کر اپنا گذارہ کرتا تھا، دوسرا زبان سے "توتلا" تھا، توتلے آدمی نے اپنے دوست سے کہا، آپ کنگ بجا کر اپنی روزی کا انتظام کرلیتا ہوے، میرے لیے بھی کوئی راہ نکالو۔اس نے جواب میں کہا: جب میرے کنگ بجانے کا آخری مرحلہ آئے تو تم بھی میرے ساتھ شریک ہوجایا کرو، کمائی ہمارے درمیان نصف نصف ہوگی۔ جب وہ کنگ بجانے لگا تو توتلا آدمی پنجابی کا شعر پڑھنے لگا......

لوٹا بھریا نوردا ودگوڈے دے پایا

توتلا آدمی یہ شعر مکمل نہ کرسکا تو رو پڑا۔میری مثال اس توتلے آدمی کی طرح ہے، میں توصحیح طریقے سے اپنے اکابر اور اسلاف کے واقعات بھی بیان نہیں کرسکتا (یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے مولانا صاحب کو اپنے اکابر یاد آئے اور ان پر رقت طاری ہوئی) آپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے اکابر میں بڑی عبقری شخصیات ہوگذری ہیں، مجھے ان سے شرف ملاقات حاصل رہی، مجھ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا: آپ کی نظر اتنی جلدی کیوں کمزور ہوئی؟ میں نے کہا، ان آنکھوں نے ایسے جبالِ علم دیکھے ہیں کہ ان پر نگاہ نہیں ٹکتی تھی، میرے نام کا لاحقہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہونے کی وجہ سے "حسینی" پڑ گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے زیارت کا موقع بخشا۔

حضرت سید نفیس الحسینی شاہؒ ہمارے انہی بزرگوں کی نشانی تھی، ان کی زندگی میں انقلاب کیسے آیا؟ آپ کیسے سید انور حسین سے "سید نفیس الحسینی شاہ" بنے؟ ہوا یوں کہ ۱۹۵۱ء میں جب میں روزنامہ "آزاد" کا ایڈیٹر تھا، ان دنوں میں دہلی دروازے کے باہر سرکلر روڈ پر واقع روزنامہ "احسان" کے ایڈیٹر ابوسعید بزمی اور معاون مدیر شریف فاروق سے ملاقات کے لیے ان کے دفتر جایا کرتا تھا، ایک روز مجھے روزنامہ "احسان" کی سرخی کی کتابت پسند آئی تو میں نے شریف فاروق سے پوچھا: یہ سرخی کون لکھتا ہے؟ اس نے کہا کہ "انور حسین" خوش نویس لکھتا ہے، چنانچہ ہم دونوں انور حسین سے ملے، میں نے انور حسین سے ان کی رہائش گاہ کی بابت پوچھا تو اس نے کہا کہ "یکی گیٹ" کے اندر ہم دو آدمیوں نے ایک کمرہ کرائے پر لیا ہوا ہے۔میں نے انور حسین سے کہا اگر آپ میرے پاس "روزنامہ آزاد" کے دفتر آجائیں تو کرائے سے بچ جائیں گے، آپ کو صبح کے وقت "روزنامہ آزاد" کے لیے صرف ایک سرخی لکھنی ہے، باقی سارا وقت جہاں چاہیں کام کرتے رہیں۔ سید انور حسین میری بات مان گئے اور جب "روزنامہ آزاد" کے دفتر آئے، سید انور حسین دفتر

''احسان'' سے رات دو بجے فارغ ہونے کے بعد ''روز نامہ آزاد'' کے دفتر میں آتے اور صبح کو ''روز نامہ آزاد'' کی سرخی لکھ کر چلے جاتے۔

میں ایک روز سید انور حسینؒ کو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خدمت میں بادامی باغ میں واقع حاجی دین محمد کے کارخانے لے گیا اور شاہ صاحبؒ سے ان کا تعارف کرایا، ان دنوں انور حسین داڑھی مونچھ کے بغیر تھے، شاہ صاحبؒ نے ان سے ان کے خاندان کی بابت پوچھا، پھر چند روز بعد میں انور حسین کو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے ملانے لے گیا، حضرت رائے پوریؒ وزیر زراعت پنجاب صوفی عبدالحمیدؒ کی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے، ۱۹۶۰ء میں جب میں لاہور سے فیصل آباد منتقل ہوگیا، وہاں پر میری حضرت رائے پوریؒ کے ایک مرید رانا بشیر احمد سے ملاقات ہوئی، میں نے اسے کہا کہ آپ سید نفیس الحسینی شاہ کو حضرت رائے پوریؒ سے ملاتے رہا کریں، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، رانا بشیر احمد ان کو حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں لے جاتے رہے، کچھ عرصہ بعد وہ حضرت رائے پوریؒ سے بیعت ہوئے اور داڑھی بھی رکھ لی۔ یاد رہے کہ یہی انور حسین بعد میں حضرت رائے پوریؒ کے ''خلیفہ مجاز'' بنے اور ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے نائب امیر مقرر ہوئے، یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ میری درخواست پر ''روز نامہ آزاد'' کے دفتر آئے، ورنہ وہ بھی روز نامہ ''احسان'' کے دیگر کاتبوں کی صف میں روپوش ہوگئے ہوتے۔

میں سمجھتا ہوں کہ قیامت کے دن اگر میرے دامن میں نجات کا کوئی پہلو ہے تو وہ ''حضرت سید نفیس الحسینی شاہ'' کی ذات ہیں، وہ فن خطاطی میں مہارت رکھتے تھے اور اللہ کے بڑے ولی تھے، پھر جب میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر کوئی کتاب لکھتا تو اس کی ٹائٹل ان سے لکھواتا، وہ ٹائٹل کے آخری میں ''نفیس'' لکھتے تھے، سید نفیس الحسینی شاہؒ اللہ کی طرف سے عطا کردہ علمی وروحانی سرمایہ تھا، ان کا تذکرہ کرنا ہمارے اکابرین کے تابناک تاریخ کا حصہ ہے۔

مولانا مجاہد الحسینی صاحب نے اپنی ایک کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر میری کتاب ''سیرت وسفارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام سے دستیاب ہے، اس کتاب پر مجھے صدارتی ایوارڈ ملا، اس کتاب میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی زبان کے علاوہ کس کس زبان میں گفتگو کی، اسکو جمع کیا گیا۔ حضرت ابوہریرہؓ ایک دفعہ بیمار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ دیکھ کر فرمایا: یا اباھریرہ! اشکمت درد ''شکمت'' اور ''درد'' فارسی کے الفاظ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت

ابوہریرہؓ آپ کے پیٹ میں درد ہے، انہوں نے جواب دیا: نعم، ! یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ! ہاں میرے پیٹ میں درد ہے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی کے علاوہ فارسی زبان میں گفتگو کی، اس کا حوالہ نسائی شریف میں موجود ہے، میں نے اس پر تحقیق کی کہ رسول اللہ نے عربی کے علاوہ کس کس زبان میں گفتگو کی اور کونسے کونسے الفاظ استعمال کیے، ان سب کا سیرت وسفارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے، میں یہ تذکرہ آپ کے سامنے اس لیے کررہا ہوں کہ آپ کو مطالعے کا شوق بڑھے، میرا لکھا ہوا تحریر کوئی حرف آخر نہیں ہے، اس میں اصلاح ہوسکتی ہے، اس میں ترمیم ہوسکتی ہے اور اس میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ حضرت نے مزید فرمایا: آج جب میں اکوڑہ خٹک کا نام لیتا ہوں تو میرے سامنے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ یاد آجاتے ہیں، ان حضرات کے ساتھ میرا ایک سفر ۱۹۶۹ء بنگال (جو اس زمانہ میں مشرقی پاکستان تھا) ہوا تھا، جس کی بعض یادداشتیں آپ نے مولانا عرفان الحق کی زبان سے سن لئے۔

میرے عزیز طلبہ! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے جن بزرگوں نے دین کو صحیح طریقے سے ہم تک پہنچایا اور انہوں نے جو معلومات فراہم کی ہیں وہ لائق مطالعہ ہیں، اب تو "جف القلم " کا زمانہ ہے یعنی اب قلم خشک ہوئے اور یہ کیوں؟ مشاہدہ ہے کہ دینی مدارس میں علمی ذوق کم ہورہا ہے، میں نے دارالعلوم دیوبند میں دیکھا کہ ہر جمعرات کو رات کے وقت ایک بزم ادب ہوتی تھی، اس میں طالب علم مختلف موضوعات پر اظہار خیال کرتے تھے، میں نے اس زمانے میں طلبہ میں کتابت سیکھنے کی مہم چلائی تھی اور ان کو کہتا تھا کہ ہمارے اکابر میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے مدینہ منورہ میں ذریعہ معاش کے لیے کتابت کی۔ طالب علم کتابت کی حد تک بھی محدود نہ رہے بلکہ کتاب کے مطالعہ کا بھی ذوق رکھے، آج ہم جب کتاب کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں ہندوستان کے مولانا ابوالحسن علی ندویؒ آتے ہیں، وہ برصغیر کے بہت بڑے ادیب اور رائٹر تھے، کیا ان کے بعد یہ دروازہ بند ہوگیا ہے کہ اب پاکستان میں کوئی "ندوی" کیوں پیدا نہیں ہوسکتا، اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں مادیت کو نظریات پر فوقیت حاصل ہے، دیکھئے! شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ نے "خدام الدین" کا اجراء کیا تھا، "خدام الدین" ایک پرچہ تھا مگر پورے کے پورے ملک میں بلکہ یورپ میں لوگ اسے پڑھتے تھے، آج میدان صحافت میں اس طرح کا پرچہ نظر نہیں آتا، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ جب میرے درویش خانے پر تشریف لائے تو میں نے کہا کہ ملک کے سارے پرچے ختم کرکے ایک ہی "الحق" کو چلا جائے اور تمام پرچوں کے ایڈیٹر حضرات کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے، سب اپنا علمی سرمایہ لوگوں کے سامنے اجتماعی صورت میں پیش کریں اور ایک ایسا پرچہ تیار ہو کہ عام لوگ اس کو تلاش کریں۔ جب میں ۱۹۵۲ء میں روزنامہ" آزاد" کا ایڈیٹر تھا تو ملک بھر سے ٹیلی

فون آتے تھے کہ پرچہ ابھی تک کیوں نہیں آیا، پرچہ ایسا ہونا چاہیے کہ غیر بھی اس کو پڑھنے پر مجبور ہوں، ''الجمعیۃ'' جمعیت علماء ہند کا ترجمان پرچہ تھا، مولانا محمد عثمان فارقلیطؒ اس کے ایڈیٹر تھے، اس کا اداریہ ہندو اخبار ''ملاپ'' اور ''پرتاب'' شائع کرتے تھے۔

عزیز طلبہ! آج ہماری خانقاہیں اجڑ گئیں ہیں، ہم سب کو اس پر غور کرنا چاہیے، بہر حال اللہ نے فرمایا کہ یہ دین اسلام ایسا ہے کہ سارے دینوں پر غالب آجائے، آج مسلمان کیوں مغلوب ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایک اتفاق واتحاد نہیں، آپس میں مشاورت نہیں ہے، نظم وضبط اور ربط کا فقدان ہے۔ حضرت نے طلبہ کو اجازت حدیث دیتے ہوئے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میری طرف سے لوگوں کو پہنچاؤ اگر چہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ میری طرف سے آپ سب کو احادیث کی اجازت ہے۔ میں اکوڑہ خٹک کے انتظامیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے مجھ جیسے ناچیز کو چند باتیں کہنے کی اجازت دی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اکوڑہ خٹک کے تمام فضلائے کرام اور مدرسین اس کام کرنے کی توفیق عطاء کرے جس کا فائدہ عام انسانوں کے لیے عام وتام ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی تعلیم، تبلیغ اور توسیع کی توفیق عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی عمر، علم اور عمل خیر وبرکت عطاء کرے (آمین) وما علینا الا البلاغ المبین

(بقیہ ۳۱ سے)

(۵) نئے نصابِ تعلیم میں عربی زبان کو بھی نصاب کا مستقل حصہ بنایا جائے کیونکہ قرآنِ پاک اور احادیثِ نبویہؐ کی زبان عربی ہونے کے علاوہ عرب دنیا کے ساتھ رابطہ کرنے اور وہاں کام کرنے والوں کے لئے بھی عربی کا جاننا بہت ضروری ہے اس سے ہم اپنے ملک کے Level of employment میں بھی اضافہ کر سکتے ہیں۔ (۶) صاحب مضمون نے اس بات کی طرف بھی خاصی توجہ دلائی ہے کہ ناظرہ قرآنِ اور ترجمے کے حوالے سے سابق حکومت نے جو تیاری کی ہے اسکو بھی نصاب کا لازمی حصہ بنایا جائے۔ (۷) صاحب مضمون کی اس تجویز سے بھی اتفاق کیا جانا چاہئے کہ اسلام کی پانچ بنیادی چیزیں عقائد، عبادات، معاشرت، معاملات اور اخلاق سب کو نصاب کا حصہ بنایا جائے، اگر اس میں اسلام کے معاشی، عدالتی، سیاسی اور حکومتی نظام کا بھی کچھ تعارف کرا دیا جائے تو اچھا ہو گا۔ (۸) پورے ملک کیلئے یکساں نصاب سازی کی تیاری کے دوران دیگر اسلامی ممالک بالخصوص سعودیہ عرب، مصر وغیرہ کے نصابِ تعلیم سے اور ماہرینِ تعلیم سے بھی مدد لی جائے تاکہ قومی ضروریات کے ساتھ ساتھ ہم اپنی مذہبی ضروریات کے لئے بھی بہتر طور پر استفادہ کر سکیں۔

پہلی قسط

مفتی ڈاکٹر حسن نعمانی

بخارا، سمرقند اور ترمذ کا علمی، روحانی اور معلوماتی سفر

میں خوشی کے وہ لمحات کبھی بھی بھول نہیں سکتا جب چھوٹے بھائی انجینئر محمد شعیب صاحب کراچی نے فون پر بتایا کہ اپنا پاسپورٹ بھیجیں اس لیے کہ آپ کو علمائے کرام کے وفد کے ساتھ ازبکستان (اسلامی تاریخی ریاست) بھیجنا چاہتا ہوں، میں اپنے بھائی کا انتہائی شکرگزار ہوں کہ مجھ ناچیز کو اس علمی، تاریخی اور روحانی سفر سے سرفراز فرمایا۔ میرے دوسرے بھائی جابر حسن زیرک اور پشاور صدر کے انتہائی محترم دوست جناب محمد اظہار صاحب بھی بھائی محمد شعیب صاحب کی ترغیب اور تحریک سے میرے ہم سفر تھے، مجھے بعد میں پتہ چلا کہ ہمارے اس وفد میں بڑے بڑے علماء، مشائخ اور روحانی شخصیات شامل ہیں، وفد میں حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی (راولپنڈی)، حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری (ناظم اعلیٰ وفاق المدارس، پاکستان) حضرت مولانا قاضی عبد الرشید صاحب (ناظم اعلیٰ وفاق المدارس پنجاب) حضرت مولانا مفتی محمد صاحب (جامعۃ الرشید کراچی) حضرت مولانا سعید یوسف صاحب (آزاد کشمیر) مفتی محمد شاہد صاحب (راولپنڈی) حضرت مولانا قاری اللہ داد صاحب (محمود آباد کراچی) مولانا قاری محمد عمران صاحب (لاہور) مولانا شفیق الرحمٰن صاحب (مکہ مسجد کراچی) مفتی محمد عمر صاحب (بحریہ ٹاؤن، راولپنڈی) حافظ عبد التواب صاحب (مدینہ منورہ) اس کے علاوہ حضرت مولانا ملک عبد الحفیظ مکیؒ کے بیٹے اور خاندان کے دوسرے افراد بھی تھے، افریقہ کے چند علماء بھی شریکِ سفر تھے۔ شرکاء میں مجاز خلفاء کی کافی تعداد تھے

وفد کی سرپرستی جناب پیر عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی اور قیادت حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب فرما رہے تھے، دونوں حضرات نے بڑی خوبی، سلیقہ، محبت اور منظم طریقہ سے وفد کی سرپرستی اور قیادت فرمائی، جناب پیر عزیز الرحمٰن صاحب بار بار ذکر اور درود شریف کی تلقین فرماتے رہتے، بعض جگہوں میں اجتماعی ذکر کے حلقے بھی منعقد کیے، جس کی وجہ سے وفد باقاعدہ ذاکرین کی ایک جماعت بن گیا، حضرت پیر صاحب کا زیادہ وقت ذکر اور درود شریف کے ورد میں گزرتا تھا جبکہ جناب جالندھری صاحب زیادہ وقت تلاوت میں مصروف رہتے تھے، وفد میں نماز کی

امامت بھی حضرت جالندھری صاحب خود فرماتے تھے، اس طرح ہمارا یہ سفر محض تاریخی اور تفریحی نہیں رہا بلکہ ایک ذکر وفکر والا روحانی سفر بن گیا۔

سیاحین کی کثرت: اس اسلامی، تاریخی ریاست کی سیاحت کی طرف پوری دنیا کے لوگوں کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ دنیا کے ہر ملک سے لوگ بلا تفریق مذہب گروپ ویزا کے تحت اس ریاست کی سیاحت کے لیے آتے ہیں، ازبکستان کی حکومت ان سیاحین کو ہر قسم کی سہولت مہیا کرتی ہے، چنانچہ سیاحین کو تاریخی مقامات دکھانے کے لیے جن بسوں میں گمایا جاتا ہے تو ان بسوں میں ایک مقامی گائیڈ (رہنما) ہوتا ہے جو سیاحین کی زبان میں سیاحین کو ان تاریخی مقامات کی تاریخ کے بارے میں بتاتا جاتا ہے، جس کی وجہ سے سیاحین کی آگہی کے ساتھ ساتھ دلچسپی بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

ہمارے سفر کے ٹور آپریٹر: پاکستان سے ہمارے سفر کے ٹور آپریٹر راولپنڈی کے حافظ محمد اقبال قریشی صاحب تھے۔ جو حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن صاحب کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ ازبکستان میں ہمارے ٹوریزم آرگنائیزر لاہور کے محمد عارف بٹ صاحب تھے جو عرصہ ۲۵ سال سے تاشقند میں مقیم ہے، شادی بھی ازبک عورت کیساتھ کی ہے، بٹ صاحب بڑے سنجیدہ، نرم خو اور بردبار انسان ہیں، ازبک زبان اچھی طرح جانتے ہیں، ازبکستان کے جغرافیہ اور حالات سے خوب واقف ہیں، سیاحت کا کام کرتے ہیں، ہمارے ازبکستان کے پورے دورے میں ہمارے ہم سفر رہے، ہمارے دورے کے ہر قسم کا انتظام انکے ذمہ تھا جو انہوں نے بڑی خوبی اور مہارت کیساتھ سرانجام دیا، اس سفر نامہ میں انکا بڑا حصہ ہے، اس لیے کہ انہوں نے ہمیں ہمارے مشاہدہ کے علاوہ کافی معلومات فراہم کی ہیں

روانگی سفر: میں، میرے بھائی جابر حسن زیرک مصری بانڈہ (اکوڑہ خٹک) اور ہمارے دوست اور بھائی جناب محمد اظہار پشاور صدر، پشاور سے ڈائیوبس کے ذریعے رات کو لاہور پہنچے، لاہور میں چھوٹے بھائی جناب انجینئر محمد شعیب صاحب کراچی ہمارے لیے پہلے سے ہوٹل میں کمرہ بک کر کے انتظار فرما رہے تھے، انہوں نے لاہور پہنچنے کے بعد ایک مقامی ہوٹل میں بہترین کھانا کھلایا اور پھر ان کے ساتھ ہوٹل میں رات گزارنے کے بعد صبح کی نماز پڑھ کر لاہور ہوائی اڈے کی مسجد میں پہنچ گئے جہاں وفد کے ارکان یکے بعد دیگرے جمع ہو رہے تھے۔ یہاں سب کو جناب اقبال قریشی صاحب نے ناشتہ کرایا، مسجد کے ساتھ متصل کھانے پینے کی بہترین جگہ بنی ہوئی ہے، اس کے بعد سوا نو (۹:۱۵) بجے ازبکستان فلائٹ سے تاشقند روانہ ہوئے، جمعہ کی نماز کے وقت تاشقند ائیرپورٹ پہنچ گئے، جہاں جناب عارف بٹ صاحب دو بسوں کے ساتھ ہمارا انتظار کر رہے تھے، جناب بٹ صاحب نے اپنی

پہلی اور مختصر تقریر میں ہمیں آگاہ کیا کہ ہر قسم کی تقریر اور کتاب پر پابندی ہے، میرے ساتھ بخاری شریف کا پہلا پارہ تھا، جس کی مجھے فکر ہوئی۔ اس پارے کا ذکر امام بخاری کے مزار کی زیارت میں آئے گا، جناب پیر عزیزالرحمٰن صاحب کے ساتھ کچھ کتابیں تھیں جس کی وجہ سے ان کے بیٹے مولانا عتیق الرحمٰن کو ائیر پورٹ چیکنگ میں کچھ دشواری پیش آئی تھی، وفد کے تمام ارکان بسوں میں بیٹھ گئے تھے لیکن ان کے بیٹے کو اسلامی کتب کی وجہ سے چیکنگ کے دوران روک لیا گیا تھا، جس کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے وفد پریشان رہا۔ اللہ نے کرم کیا کچھ دیر کے بعد کتابوں سمیت بسوں تک پہنچ گئے، اس تاریخی دورے کی تفصیلات بیان کرنے سے پہلے اسلامی تاریخ کی اس علمی سرزمین کی موجودہ حالت اور تعارف بیان کرنا چاہتا ہوں۔

ازبکستان کا تعارف: ازبکستان کی آبادی ساڑھے تین کروڑ ہے جبکہ روس کی آبادی چودہ کروڑ ہے، ازبکستان کی سرکاری زبان ازبک ہے جو فارسی سے مختلف ہے، تاشقند اس کا سب سے بڑا اور خوبصورت شہر ہے، تاشقند کا پرانا نام شاش ہے، ابوبکر القفال الشاشی کی قبر یہاں ہے، تاشقند کی آبادی سات ملین ہے، اس کے بڑے بڑے گیارا علاقے ہیں، مرزا غالب کی طرح یہاں علی شیر نوائی بڑا شاعر گزرا ہے، نوائی ایک علاقہ ہے، نوائی کے نام سے ایک ریلوے اسٹیشن بھی ہے، علی شیر نوائی کے نام سے ایک پارک بھی ہے۔ تاشقند میں سب سے بڑا بازار علائی بازار ہے، یہاں ہر چیز ملتی ہے، امیر تیمور کے نام سے ایک باغ بھی ہے، پارلیمنٹ کے قریب ایک بڑا آزادی کا میدان ہے جو آزادی کی خوشی میں بنایا گیا ہے، ناچ گانے کے لیے ایک وسیع جگہ بنائی گئی ہے جہاں تقریباً چار ہزار لوگ جمع ہو سکتے ہیں، روزانہ شام سات بجے کے بعد یہاں لوگ جمع ہو کر ناچ گانے کی محفل جماتے ہیں، شاہ محمود کا ایک مجسمہ ہے، شاہ محمود نے جنگ عظیم دوم میں چند بچوں کی جان بچائی تھی، بازار صبح نو (۹) بجے کھلتے ہیں، دو ہزار سے زائد مساجد ہیں، تاشقند نان کا شہر کہلاتا ہے، مختلف قسم کی تندوری روٹیاں ملتی ہیں جو بڑی لذیذ ہوتی ہیں، یہاں کے لوگ نان پانی کے ساتھ بھی کھاتے ہیں، بازاروں میں بھی جابجا، نان بکتا ہے، لوگ گھروں میں نان نہیں پکاتے بلکہ عام سودا سلف کی طرح نان بازار سے خریدتے ہیں، البتہ دیہات میں لوگ یہ نان گھروں میں پکاتے ہیں، مجھے تو نان بخارا بہت پسند آیا، بخارا کے ایک مقامی ہوٹل میں ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا، اس میں نان کی دیگر قسموں کے ساتھ ایک تندوری گرم پراٹھا کھایا جو انتہائی لذیذ تھا، ایسی لذت زندگی بھر کسی روٹی میں محسوس نہیں کی، یہ لوگ دودھ والی چائے بھی پسند کرتے ہیں اور شوق سے پیتے ہیں۔

نظام حکومت: ازبکستان کا نظام حکومت صدارتی ہے۔ پانچ سال کے لیے صدر عوام کے براہ راست ووٹوں کے ساتھ منتخب ہوتا ہے، الیکشن انتہائی پرسکون ہوتا ہے۔ ہر ایک کو ووٹ پول کرنے کے لیے ایک پرچی ملتی ہے، پولنگ کے دن الیکشن کا پتہ نہیں چلتا۔ جلسے جلوس اور دیگر سیاسی سرگرمیاں دیکھنے میں نہیں آتیں، آج کل ان کا صدر ''شفقت مرزا یوسف'' ہے، اس نے پڑوسیوں کے ساتھ تعلقات اچھے کر لیے ہیں، افغانستان کے ساتھ بھی اچھے تعلقات ہیں، پاکستان کے ساتھ بھی تعلقات بڑے اچھے ہیں، نیشنیلٹی کسی کو نہیں دیتے، ویزا وغیرہ پر رہنے دیتے ہیں، رہائش کے لیے گرین کارڈ اور پریزیڈنٹ کارڈ بھی دیتے ہیں، دیکھنے اور سننے میں آیا کہ شراب پر پابندی نہیں، البتہ چرس پر سخت پابندی ہے۔ مذہبی آزادی بھی ہے لیکن تبلیغ پر پابندی ہے، تبلیغ کرتے ہوئے پکڑا جائے تو جیل کی سزا ہے، ۱۶ سال سے کم عمر کے لڑکے کے ہاتھ دوکاندار شراب اور سگریٹ فروخت نہیں کر سکتا، امن اتنا زیادہ ہے کہ اندھیری رات کی تنہائی میں کوئی کسی عورت کو چھیڑ نہیں سکتا، چوری نادر ہے کسی کو گالی دینے پر پرچہ کٹ جاتا ہے جس کی سزا تین دن جیل ہے، کسی پر ہاتھ اٹھایا تو دو ہفتے جیل کی سزا ہے، لوگ نرم اور پرامن ہے، ملاقات کے وقت جھک کر دونوں ہاتھ سینے پر رکھ دیتے ہیں اور زبان پر ''رحمت'' لفظ ہوتا ہے جس کا مطلب ہے شکریہ، خوف قانون زیادہ ہے، عدالتوں میں مقدمات بہت کم ہے، قانون کا احترام بھی زیادہ ہے، قانونی خلاف ورزی کہیں نظر نہیں آتی، سارے عوام بڑے منظم طریقے سے زندگی بسر کر رہے ہیں، ہر گاڑی اپنی لائن میں چلتی ہے کوئی ہارن نہیں بجاتا، ہم نے گاڑیوں کے ہارن نہیں سنا موٹر سائیکل دیکھنے میں نہیں آئی البتہ سائیکل پر سوار بعض لوگ نظر آئیں بڑی بڑی شاہراؤں کے سڑک کے کنارے پر اپنی لائن میں بڑی عمر کے لوگ سائیکل چلاتے تھے۔ بعض مقامات پر دیکھا کہ گدھوں پر سواری کر رہے ہیں۔

نظام تعلیم: ہمارے سفر کے شیڈول میں تعلیمی اداروں کا وزٹ شامل نہیں تھا، پتہ نہیں یہ ہماری غلطی تھی یا ہمارے اختیار میں نہیں تھا، عصری درسگاہوں کا نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور طرز تعلیم دیکھنا بہت ضروری ہوتا ہے اگر ہماری تعلیمی ملاقاتیں ہوتی تو بہت فائدہ ہوتا، تبادلہ خیالات ہوتا اور ایک دوسرے کے ساتھ اپنی معلومات شیئر کرتے، البتہ اتنی بات سامنے آئی کہ چار سال کی عمر سے بچہ سکول جانا شروع کر دیتا ہے، عام زندگی میں اور سکول کا یونیفارم، لباس ستر پوش نہیں، اکثر عورتیں اور بچیاں شلوار اور جین کے بدلے Leggin (ساق پوش اور ران پوش) پہنتی ہیں اور سر ننگا ہوتا ہے، لباس کی یہ تبدیلی روسی انقلاب کے ساتھ آئی ہے۔ آزادی کے بعد ان کی پالیسی اور کلچر رشیا والوں کا ہے،

کاروبار بھی ان کے ساتھ کرتے ہیں البتہ بعض عورتیں اسکارف کا پردہ بھی کرتی ہیں گزشتہ دو سالوں سے دین میں آزادی ہے، پہلے پابندی تھی۔ ۱۶ سال کا لڑکا مسجد نہیں آسکتا تھا، یہ سب روس کے ستر سالہ برے دور کے برے اثرات ہیں حالانکہ پردہ پر اور ستر پوشی پر پابندی نہیں، ازبکستان میں میڈکل کالج کے ایک پانچویں سال کے پاکستانی طالب علم نے بتایا کہ گرمیوں میں یونیورسٹی کی بعض طالبات ساق پوش بھی نہیں پہنتی صرف منی سکرٹ پہنتی ہے، یونیورسٹی لیول تک ہر قسم کی تعلیم اپنی ازبک زبان میں دی جاتی ہے۔ روسی زبانوں میں بھی تعلیم دی جاتی ہے، اب انگریزی زبان میں بھی تعلیم کا رجحان پیدا ہو رہا ہے، عصری تعلیم میں خودکفیل ہیں، ستر سالہ روسی نظام حکومت کی وجہ سے تعلیمی اور دنیاوی لحاظ سے ترقی یافتہ ملک معلوم ہوتا ہے۔

علاج معالجہ: علاج تقریباً مفت ہے، البتہ بازار سے اگر کوئی دوائی خریدنا چاہے تو بہت مہنگی ملتی ہے۔

شہری سہولیات: عوام کو حتی الوسع ہر قسم کے سہولیات مہیا کی ہیں، سڑکیں کشادہ ہیں، ٹرانسپورٹ اعلیٰ ہے، سمرقند میں سڑک کے ایک کنارے پر آہنی پٹڑی پر چلنے والی برقی مسافر گاڑی (Tram) بھی دیکھنے میں آئی، بڑے بڑے بلند درختوں میں گھرے ہوئے وسیع اور عریض، سرسبز پارک بہت زیادہ ہیں۔ صفائی اور روشنی کا نظام بہت اعلیٰ ہے، کہیں گندی وغیرہ نظر نہیں آتیں، لوگ روشن خیالی کے ساتھ روشنی پسند بھی ہیں، گرم پانی کی ایک پائپ لائن ہے جس سے ہوٹلوں، ریلوے اسٹیشنوں، ہوائی اڈوں، مساجد اور گھروں کو گورنمنٹ کی طرف سے مفت کنکشن دیے گئے ہیں۔ اس سہولت کا حکومت کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیتی، اکثر سکول گورنمنٹ کے ہیں، کچھ پرائیویٹ سکول بھی ہیں، تعلیمی شرح تقریباً ۹۹٪ ہیں، حکومت نے بڑی بڑی خوبصورت مساجد بنائی ہیں۔ مساجد میں نوجوان نمازیوں کا رجحان اب بڑھ رہا ہیں، تمام مساجد انتہائی صاف ستری ہیں، صفائی کا نظام بہت اعلیٰ ہے، مساجد کے وضو خانے بہت بہترین اور آرام دہ ہیں، بیت الخلاؤں میں انڈین کموڈ ہیں، وضو کے بعد وضو کے اعضاء خشک کرنے کے لیے دو قسم کے تولیے استعمال کے لیے رکھے ہوتے ہیں، جن کے رنگ جدا جدا ہوتے ہیں، ایک تولیہ منہ ہاتھ خشک کرنے کیلئے ہوتا ہے، دوسرے تولیے سے پاؤں خشک کرتے ہیں، استعمال شدہ تولیے اپنے اپنے ٹوکرے میں رکھ دیتے ہیں۔ تاکہ دوبارہ کوئی غلطی سے اس کو استعمال نہ کرے، جہاں ہاتھ اور منہ خشک کرنے کیلئے تولیے رکھے ہوتے ہیں وہاں ہاتھ کا نشان بنا ہوتا ہے اور جہاں پاؤں خشک کرنے کے تولیے رکھے ہوتے ہے وہاں پاؤں کا نشان بنا ہوتا ہے، ریل کا نظام بہت اعلیٰ اور بہتر ہے، بجلی سے چلنے والی تیز رفتار ریل گاڑیاں پورے ملک میں چلتی ہیں، ریلوے اسٹیشن

بہت خوبصورت ہیں، پوری ریلوے لائن کے دونوں طرف لوہے کی سلاخوں کا مضبوط جال یا دیوار ہے، جس سے ریلوے لائن انسانوں اور حیوانات کے حادثات سے محفوظ ہے، ریل کا سفر بڑا خوشگوار ہوتا ہے، ہم نے تاشقند سے بخارا تک اور پھر بخارا سے واپس سمرقند تک سفر ریل میں کیا۔

معاشرتی زندگی: انکی معاشرتی زندگی میں علم وتقویٰ کی بہت کمی ہے۔ روس اور کمیونسٹ جو چاہتے تھے وہ ہو گیا یعنی ان کی زندگی یورپین اسٹائل کی ہے۔ عام طور پر مسلمانوں کے واش روم میں مسلمان رفع حاجت کے بعد ٹائلٹ پیپر اور اس کے بعد استنجاء کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں۔ جس کے لیے عموماً لوٹے کا استعمال ہوتا ہے لیکن جدید تعمیرات میں جدت کی وجہ سے لوٹے کی جگہ مسلم شاور نے لے لی ہے، بدن کی صفائی اور طہارت کا اصل اور صحیح تصور اسلام نے پیش کیا ہے لیکن کفار بیت الخلاؤں میں انگلش کموڈ اور صرف ٹائلٹ پیپر استعمال کرتے ہیں۔ استنجاء کا کوئی تصور نہیں، ازبکستان کے ہوائی اڈوں، ریلوے اسٹیشنوں اور ہوٹلوں کی بیت الخلاؤں میں بھی مسلم شاور نہیں ہیں، جسکی وجہ سے مسلمان پانی کیساتھ استنجاء نہیں کر سکتے۔ وفد کے بعض افراد نے اس کا حل یہ نکالا کہ پلاسٹک کی بوتل میں استنجاء کیلئے اپنے ساتھ پانی لے جاتے لیکن اس میں دو مشکلات تھیں (۱) بیت الخلاء بہت تنگ ہوتی تھی گویا صرف انگلش کموڈ کو نصب کرنے کیلئے بنایا گیا ہے جسکی وجہ سے استنجاء کیلئے فرش پر بیٹھنا انتہائی دشوار ہوتا تھا، (۲) بیت الخلاء میں فرش پر پانی کے اخراج کیلئے کوئی سوراخ اور راستہ نہیں ہوتا تھا، جس کی وجہ سے استنجاء کا پانی فرش پر بہہ کر باتھ روم سے باہر کی طرف دور تک پھیل جاتا، بد قسمتی کی وجہ سے ہمارے تمام ہوائی جہازوں کے واش روم بھی اسی طرح ہیں، اللہ کرے کہ مسلمانوں میں اسلام کے نظام طہارت کا صحیح تصور اور اس پر عمل ہر جگہ پیدا ہو جائے، مخلوط تعلیم کی طرح ان کی پوری معاشرتی زندگی مخلوط ہے، جوان عورتیں ننگے سر یورپین لباس میں ہوٹلوں، بازاروں، ہوائی اڈوں، ریلوے اسٹیشنوں اور ریسٹورنٹس میں ملازمت کرتی ہیں، بخارا میں عصر کی نماز کے بعد ایک مرد اور عورت کو سڑک کی صفائی کرتے ہوئے ہم نے دیکھا، حالانکہ ان مردوں اور عورتوں کا تعلق علم و تقویٰ کی اس سرزمین کیساتھ ہے جس کی خاک سے بڑی بڑی نامور شخصیتیں پیدا ہوئیں ہیں، جنہوں نے امت مسلمہ کی دینی، علمی اور تہذیبی ایسی خدمات سرانجام دیں جسکی روئے زمین پر مثال نہیں ملتی، ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں "وہ تھا ماضی اور یہ ہے حال" انکو انکے حال سے انکے شاندار ماضی کی طرف لوٹانے کیلئے دعوت وتبلیغ خانقاہی نظام اور مدرسوں کے وسیع جال پھیلانے کی ضرورت ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ روس کے چنگل سے نکلنے کے تقریباً ۲۷ سال ہو چکے ہیں لیکن انکے ارباب اقتدار ان

روحانی بیماریوں کے علاج کیطرف ابھی تک پوری طرح متوجہ نہیں ہوئے۔

۱۹۹۱ء میں جہادِ افغانستان کی برکت سے دیگر ریاستوں کی طرح ازبکستان بھی روس اور کمیونسٹوں کے ظالمانہ تسلط بربریت اور مذہب بے زار حکومت کے چنگل سے آزاد ہوا لیکن ستر (۷۰) سالہ بے جا تسلط نے رُوسیاہ روسیوں اور کمیونسٹوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ان ریاستوں میں جو مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی نقصان پہنچانا تھا وہ پہنچا دیا۔ جس کے ناقابل بیان دل خراش اور بے دینی والے اثرات اب بھی دیکھنے میں آتے ہیں، الحمد للہ عقیدۃً ۹۰ فیصد سے زیادہ لوگ ازبکستان میں مسلمان ہیں لیکن علم وتقویٰ کی کمزوری اب بھی بہت زیادہ موجود ہیں، ان دونوں کمزوریوں کو دور کرنے کے لیے ایک سست رفتار والا سفر شروع ہے، ہر انقلابی سفر اگر اصلاحی اور تدریجی ہو تو مفید اور پائیدار ہوتا ہے لیکن ازبکستان کا یہ انقلابی، اسلامی اور تدریجی سفر اتنا سست رفتار ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی انقلاب کی طرف کوئی قدم نہیں اٹھا رہے۔ سمرقند میں امام بخاری اور ترمذ میں امام ترمذی کے مزارات کے وسیع وعریض احاطوں میں تعلیمی اکیڈمیوں اور لائبریوں کی انتہائی خوبصورت عمارتیں بن گئی ہیں لیکن ابھی باقاعدہ تعلیمی سفر ابھی شروع نہیں ہوا، پرانے تاریخی مدرسے ویراں پڑے ہوئے ہیں، بخارا میں امام بخاری کی عظیم الشان مسجد کے سامنے میر عرب کا مدرسہ ہے جس میں چند طلباء دیکھنے میں آئیں اور بڑی معمولی سطح پر یہ مدرسہ چل رہا ہے، تاشقند کے مفتی اعظم جناب عثمان خان علی موف نے بتایا کہ اب دس دس سال کے بچے بھی حافظ بن گئے ہیں، آزادی کے بعد ملک کے بڑے بڑے حصوں میں علماء کی تعداد رہی ہے، اب بھی بڑے بڑے علماء موجود ہیں لیکن بعض کی داڑھیاں نہیں اور بعض کی فرنچ کٹ والی ڈاڑھیاں ہے، روسی دور میں تاشقند کا ایک معہد اسلامی اور بخارا میں میر عرب اسلامی مدرسہ محدود پیانے پر چلانے کی اجازت تھی، مساجد کی تعداد چند دہائیوں سے زیادہ نہ تھی، حج وعمرہ تقریباً محال تھا۔ ان دونوں عبادتوں کے لیے بہت کم اجازت ملتی تھی، اب الحمد للہ صرف تاشقند میں دو ہزار سے زائد مساجد اور نو (۹) مدرسے اور ایک تاشقند کا اسلامی معہد ہے، (نوٹ) روسی اور کمیونسٹوں کے انقلاب کے وقت صرف بخارا میں آٹھ سو (۸۰۰) مدرسے تھے، جامعہ تاشقند کے اسلامی مدرسہ کے دروازے نوجوانوں کے لیے کھول دیئے ہیں، آزادی کے بعد ہزاروں لوگوں نے حج وعمرے اچھے طریقے سے ادا کیے، مساجد، قبرستان اور محدثین اور فقہاء کی قبریں روسی چنگل سے نکل کر دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے، اب الحمد للہ مسلمان آزادی کے ساتھ اپنی عبادتیں ادا کر رہے ہیں۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تقریب تقسیم انعامات

جامعہ کے ششماہی امتحانات میں کامیاب طلبہ کرام کی حوصلہ افزائی کے لئے جامعہ کے ایوان شریعت ہال میں تقریب تقسیم انعامات کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے کامیاب طلبہ میں انعامات تقسیم کیے اور مختصر خطاب فرمایا۔

مولانا قاضی فضل اللہ اور مولانا مفتی عبدالرحیم صاحبان کراچی کی دارالعلوم آمد

۱۲؍فروری: شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاضی فضل اللہ صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کے بعد حضرت کا یہ پاکستان کا پہلا دورہ تھا، وہ خصوصی طور پر دادا جانؒ کی تعزیت کیلئے اکوڑہ خٹک تشریف لائے، انہوں نے حضرت مہتمم مولانا انوار الحق مدظلہ، نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ، عم محترم حضرت مولانا راشد الحق، مولانا اسامہ سمیع، صاحبزادہ خذیمہ سمیع صاحبان سے تعزیت کی، حضرت شیخ شہیدؒ کے مرقد پر فاتحہ پڑھی، ایوان شریعت ہال جامعہ حقانیہ میں علماء طلبا سے خطاب فرمایا۔ اپنے خطاب میں جامعہ حقانیہ اور حضرت شیخ شہیدؒ کے ساتھ اپنے دیرینہ تعلق پر روشنی ڈالی۔ ۱۵ فروری کو جامعۃ الرشید کراچی کے رئیس مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب جامعہ حقانیہ تشریف لائے۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ و نائب مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی اور جامعہ کے طلبہ سے ایوان شریعت ہال میں خطاب فرمایا۔

حضرت مہتمم مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات و اسفار

۲۰؍فروری: جامعۃ الرشید کراچی میں افغانستان کے موجودہ حالات کے تناظر میں ایک اہم مشاورتی اجلاس منعقد ہوا جسمیں ملک کے چند مقتدر علماء کرام نے شرکت کی، اجلاس میں حضرت مہتمم صاحب بھی شریک ہوئے۔

۲۳؍فروری: جامعہ عبداللہ بن مسعود اضاخیل پایان میں ختم بخاری شریف کی ایک عظیم الشان تقریب میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی صاحب کی دعوت پر حضرت مہتمم صاحب ان کے مدرسہ تشریف لے گئے جہاں پر ختم بخاری اور مفصل خطاب فرمایا، فضلاء کرام کی ذمہ داریاں اور معاشرہ کی

تشکیل کیسے ممکن ہو اس کے بارہ میں رہنما اصول بیان فرمائے۔

۳۰رجنوری: وفاق المدارس العربیہ کے مجلس عاملہ کا اجلاس دارالعلوم کراچی میں منعقد ہوا، جس کی صدارت حضرت مہتمم صاحب نے فرمائی، اجلاس میں مدارس کے مختلف مسائل پر غور و خوض ہوا، اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل تیار کیا گیا۔

۲۹رجنوری: جامعہ حقانیہ میں حسب سابق مختلف مدارس کے فضلاء کرام تشریف لاکر مشائخ سے سند اجازت الحدیث حاصل کرتے ہیں اس سلسلے میں دلبوڑی مدرسہ کے دورہ حدیث کے طلباء کا ایک وفد جامعہ تشریف لایا، رات جامعہ میں گزاری اور حضرت مہتمم صاحب سے سند اجازت الحدیث حاصل کی، یادر ہے کہ دلبوڑی کا یہ مدرسہ شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل مولیٰ کا ہے جو کہ حضرت مہتمم صاحب کے استاد ہیں۔

۲فروری کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سابقہ ناظم کتب خانہ جناب حضرت مولانا سعید الرحمٰن حقانی مرحوم کے مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات و جامعہ ابوبکر صدیق للبنین سردار گڑھی تشریف لے گئے، جہاں پر ختم بخاری اور مفصل خطاب میں خواتین کی تعلیم و تربیت پر روشنی ڈالی۔

۲فروری کو حضرت مہتمم صاحب جناب پیر سفید شاہ کے پوتے جناب عمر شاہ کی شادی جبکہ ۱۶فروری کو جناب محمد حماد خان ولد محبوب الحسن کی حکیم آباد میں دعوت ولیمہ اور ۹رفروری کو اکوڑہ خٹک کے جناب عابد سلام کے بیٹے ضرار عابد کی شادی میں شرکت فرمائی۔

۲۷: جنوری حضرت مہتمم صاحب کے پولیس گارڈ جناب شہزاد الحق آف آدمزئی کے چچا، جلوزئی میں جناب ڈاکٹر ضیاء الانعام صاحب کی اہلیہ کا جنازہ پڑھایا، اسی طرح ۲رفروری کو جامعہ حقانیہ کے ایک بڑے محسن و معاون جناب حاجی رضا خان مرحوم کی فاتحہ خوانی اور جملہ پسماندگان سے تعزیت کی جبکہ ۵رفروری کو جامعہ حقانیہ کے فاضل، محسن و معاون جناب مولانا گل شیر حقانی کا نماز جنازہ بڈھنی میں پڑھایا، مرحوم عرصہ دراز سے علیل تھے مگر دوران مرض جامعہ سے اپنا رابطہ نہیں توڑا اور آخر وقت تک جامعہ سے مسلسل خط و کتابت کے ساتھ رابطہ و تعلق جاری رکھا۔ اس کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے قریبی دوست و عقیدت مند جامعہ کے قدیم رکن شوریٰ جناب حاجی محمد جان کی اہلیہ کا نماز جنازہ اور اہل خانہ سے تعزیت کی جبکہ ۱۶رفروری کو اکوڑہ خٹک میں جامعہ حقانیہ کے فاضل مولانا عادل حقانی کے والد جناب محمد اقبال کا جنازہ پڑھایا، ۱۸رفروری کو جناب بابو جمیل اور نذیر کی ہمشیرہ کا جنازہ

پڑھایا، حضرت مہتمم صاحب کے قریبی دوست جناب مولانا عاشق احمد صاحب کا اضاخیل میں نماز جنازہ پڑھایا، جبکہ ۲۹ فروری کو مولانا لقمان الحق اور مولانا عرفان الحق کی والدہ محترمہ کی پھوپھی اور دادا جان مولانا سمیع الحق شہیدؒ،حضرت مہتمم صاحب، پروفیسر محمود الحق اور مولانا اظہار الحقؒ کی خالہ زاد بہن تھی ،حضرت مہتمم صاحب نے ان کا جنازہ پڑھایا اور جملہ پسماندگان طاہر خٹک،ظاہر خٹک ، کامران خٹک اور عمران خٹک سے اظہار تعزیت کی۔

نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۲:فروری: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ جمیعت علمائے اسلام کے دیرینہ رہنما اور جامعہ عثمانیہ کے مخلص مولانا حکیم سعید الرحمٰن حقانیؒ کے ادارے جامعہ عائشہ صدیقہ و جامعہ ابو بکر صدیق سردار گڑھی پشاور کی تقریب دستار بندی میں بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے اور خطاب فرمایا۔

۵/فروری: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ کی اپیل پر ملک بھر میں دفاع پاکستان کونسل اور جمیعت علمائے اسلام کے زیراہتمام یوم یکجہتی کشمیر کے حوالے سے مظاہروں اوراجتماعات کا انعقاد کیا گیا، اکوڑہ خٹک میں مظاہرے کی قیادت حضرت والد صاحب نے فرمائی ،اجتماع سے جمیعت علمائے اسلام کے صوبائی امیر حضرت مولانا یوسف شاہ صاحب نے بھی خطاب فرمایا اور اختتامی دعا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے فرمائی۔

۹/فروری: حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ دو روزہ دورہ پر لاہور تشریف لے گئے، جہاد انہوں نے جمیعت علمائے اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس کی صدارت کی۔

۱۰/فروری: جمیعت علمائے اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ملٹری اکاونٹ سوسائٹی کالج لاہور میں جمیعت علمائے اسلام کے مرحوم رہنما ظہیر الدین بابر ایڈوکیٹؒ کی رہائش گاہ میں امیر جمیعت حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی زیرصدارت منعقد ہوا، جس میں چاروں صوبوں سے جمیعت کے ارکان شوریٰ نے شرکت کی۔☆ ۱۰/فروری: جامعہ اظہر لاہور کے مہتمم مفتی ظہیر صاحب کی دعوت پر انکے ادارے تشریف لے گئے جہاں سینکڑوں طلبہ نے والہانہ استقبال کیا، جامعہ اشرفیہ لاہور کے استاد حدیث مولانا زبیر حسن اشرفی ہمراہ تھے۔۱۴/فروری: عالمی ادارہ صحت کے زیراہتمام پی سی ہوٹل پشاور میں پولیو ودیگر مہلک بیماریوں کے تدارک کے سلسلہ میں منعقدہ سیمنار میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ ۲۱/فروری: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے رکن شوریٰ جناب حاجی محمد جان کی اہلیہ کی وفات پر

ان کے گھر جا کر تعزیت کی۔

۲۳رفروری: شیخ الحدیث مولانا عبدالغنی صاحب کے ادارہ جامعہ عبداللہ بن مسعود اضاخیل پایان میں ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کی اور خطاب فرمایا، عم محترم مولانا راشد الحق صاحب اور مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب مدظلہ ہمراہ تھے۔

۲۱رفروری: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل ومخلص جمعیت علماء اسلام کے رہنما حضرت مولانا خلیل الرحمٰن حقانی صاحبؒ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے علی بیگ ضلع نوشہرہ تشریف لے گئے۔اسی روز پشاور میں جمعیت کے رہنما مولانا عبدالحسیب حقانی کے ماموں کی شادی کی تقریب میں شرکت کی۔

۲۳رفروری: گرین ہوٹل پشاور میں یکجہتی کشمیر کے حوالہ سے منعقدہ تقریب میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی،تقریب میں مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام شریک تھے۔

۲۵رفروری: جمعیت علمائے اسلام کے رہنما حافظ حسین احمد کے ادارے جامعہ تحفیظ القرآن مردان میں تقریب دستار بندی میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔

۲۷رفروری:والدمحترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی امیر جمعیت علمائے اسلام پانچ روزہ دورہ پر صوبہ پنجاب تشریف لے گئے ،دورہ پنجاب کے پہلے روز کمالیہ میں اہلسنت والجماعت کے سربراہ مولانا محمد احمد لدھیانوی کے صاحبزادے کی تقریب ولیمہ میں شرکت کی،تقریب میں ملک کی دیگر مذہبی وسیاسی جماعتوں کے قائدین سے ملاقات کی۔مولانا سید یوسف شاہ صاحب بھی ہمراہ تھے۔

☆ جمعیت علماء اسلام ضلع فیصل آباد کے اجلاس میں شرکت کے لئے فیصل آباد تشریف لے گئے

۲۸رفروری: دورہ پنجاب کے دوسرے روز ملتان گئے ، جہاں جمعیت علماء اسلام ضلع ملتان کے زیراہتمام منعقدہ مختلف پروگرامز میں شرکت کی، جامعہ خیرالمدارس ملتان کا دورہ کیا اور وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری سے تفصیلی ملاقات کی ، ☆ جامعہ امدادالعلوم محمودکوٹ کی تقریب دستاربندی میں بطور مہمان خصوصی شرکت اور خطاب فرمایا، ☆ کوٹ ادو میں داداجان مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دیرینہ ساتھی جناب حاجی بشیر احمد زرگر کی عیادت کی ☆ جامعہ مخزن العلوم کا دورہ کیا۔

۲۳رفروری: انٹرنیشنل ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان کا دورہ کیا اور مولانا عبدالعزیز جالندھری صاحب اور مولانا محمد انس سے ملاقات کی ☆ جمعیت علماء اسلام بہاولپور کے زیراہتمام جمعیت علمائے اسلام کے اجلاس میں شرکت کی اور خطاب فرمایا ☆ جمعیت علمائے اسلام کے سرپرست حضرت مولانا پیر سیف الرحمٰن درخواستیؒ کے مرقد پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی۔

مولانا محمد اسلام حقانی

تعارف وتبصرہ کتب

- **تفسیر سکون دل (جلد اول)** ضخامت: ۶۶۴ صفحات

مؤلفین: مولانا پیر محمد اسلم نقشبندی، مفتی شکیل نقشبندی، مولانا ہمایوں نقشبندی

ناشر: مکتبہ سکون دل خانقاہ نقشبندیہ سکون دل اسلام آباد 03219538190

انسانوں پر اللہ تعالی کی سب سے بڑی نعمت قرآن کریم کی سمجھ اور فہم ہے، قرآن کریم ہی ایسی معجز کتاب ہے جو پوری انسانیت کیلئے پیغام ہدایت ہے جس کے ذریعے سے ہر لمحہ حیات میں انسان رہنمائی حاصل کرسکتا ہے، اس کتاب معجز کے علوم و معارف، عجائب وغرائب بے شمار ہے، ہر زمانہ میں اہل علم نے اس کے علوم و معارف سے لوگوں کو مستفید کرانے کی انتھک جدو جہد کی ہے، ہر علم وفن کے ماہرین نے اپنے اپنے ذوق، دلچسپی اور رجحان کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی وافر مقدار میں خدمت کی ہے، نحو، صرف، بلاغت، تصوف وغیر علوم وفنون کے ماہرین نے قرآن کریم کے نحوی، صرفی، بلاغی تفاسیر لکھ کر متنوع تفاسیر کا ذخیرہ معرض وجود میں آیا، صوفیائے عظام بھی احسان وسلوک کے رجحان کو لے کر اٹھیں اور تفسیر قرآن کریم کی صوفیانہ تفاسیر لکھیں جو تصوف کے رموز واسرار سے معمور ہے، تفسیر ابن عربی اور روح البیان اس کی زندہ مثالیں اردو زبان میں اس سلسلہ کی ایک حسین کڑی مولانا اسلم نقشبندی، مفتی شکیل نقشبندی اور مولانا ہمایون نقشبندی صاحبان کی مشترکہ تفسیری کاوش بھی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''تفسیر سکون دل'' کو مرتبین نے نہایت عرق ریزی اور جانفشانی سے مرتب کرنے کی سعی کی ہے، اس تفسیر میں مرتبین نے عام فہم انداز، سادہ زبان اور اسلوب کو اپنایا ہے اور ہر ایت کا روان سلیس ترجمہ اور ربط ایات کا اہتمام کیا ہے، ہر آیات کے ہر حصے کی الگ تفسیر، آیت میں پنہاں پیغام کی دلنشین تشریح، آیت کے مناسبت سے احادیث نبویہ سے اس کی وضاحت آیتوں سے سکون دل کے حصول کے طریقے، بہترین عنوانات اور تفسیری نکات، اس تفسیر کے نمایاں خصوصیات میں قابل ذکر ہے، سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ پر یہ جلد مشتمل ہے، محنت شاقہ کے بعد مرتب کردہ یہ کاوش صوفیانہ تفاسیر میں بہترین اضافہ ہے، اللہ تعالی اس تفسیر کو لوگوں کی طمانیت قلب، سکون دل، روحانی

رہنمائی اور ہدایت ذریعہ بنادے (آمین)

- **مقالات، مشاہدات، واقعات، شخصیات وتاثرات** ضخامت: ۶۸۰ صفحات

مؤلف: مولانا حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری ناشر: ادارہ اسلامیات لاہور کراچی

مولانا حافظ سید اکبر شاہ بخاری کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، علمی و دینی حلقوں میں معروف ومشہور نام ہیں، تصنیف وتالیف سے لگاؤ، قلم وقرطاس سے دلچسپی زمانہ طالب علمی سے ان کو ودیعت کیا گیا ہے، ملک کے اہم دینی جرائد اور مجلات میں موصوف کے وقیع مقالات ومضامین وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں، اس طرح ملک اہم اخبارات میں بھی ان کے سینکڑوں مضامین و مقالات شائع ہوکر اہل علم سے داد تحسین وصول کر چکے ہیں، ستر کے قریب کتابوں کا مؤلف ہیں، ہر کتاب پر اہل علم وکمال نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے، موصوف کی تالیفات کے اس سلسلے کی ایک کڑی یہ کتاب بھی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب مقالات، مشاہدات، واقعات، شخصیات وتاثرات مولانا سید اکبر شاہ بخاری کی رسائل وجرائد میں درجنوں شائع شدہ مقالات ومضامین میں سے چند اہم منتخب شدہ مقالات و مضامین کا گلدستہ ہے، جسے یکجا کتابی صورت میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، جس میں مختلف دینی و اصلاحی موضوعات پر مقالات، شخصیات پر تاثراتی مضامین، اکابر و مشائخ کے احوال وتذکرے، اسلاف کے ملفوظات، ارشادات و مکتوبات، دینی تحریکات سے وابستہ مشاہدات، ملکی حالات سیاسی معاملات پر تجزیے، دینی مدارس کے احوال شامل ہے سات ابواب پر مشتمل یہ مجموعہ ایک علمی، اصلاحی اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے، چونکہ مقالات علمی شخصیات کی زندگیوں کا نچوڑ ہوتے ہیں جو آنے والی نسلوں کیلئے راہ علم وعمل کا تعین کرتی ہے، جن کو پڑھ کر لوگ اپنی زندگی کے راستوں کو سنوارتے اور بناتے ہیں۔

۶۸۰ صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ بھی ایک مشعل راہ ہے، اس مجموعہ مقالات کو انجینئر سید محمد عمیر اکبر بخاری نے نہایت سلیقے سے مرتب کرکے مقالاتی ادب میں ایک بہترین کاوش کا اضافہ کردیا ہے اور بہترین سوغات اہل ذوق کے سامنے پیش کرنے کی اچھی کوشش کی ہے اللہ قبول فرمائے (آمین)